"وللنفوس طب لها ان للاجساد طبا"

روحانی امراض کیلئے بھی ایک طب ہے جس طرح کہ جسمانی امراض کیلئے ہے " غزالی

مصلح التصانیف

المعروف بہ

نصیحت نامہ

امام غزالی

مولفہ و مترجمہ

پروفیسر بھگوت دیال ورما - ام - اے - منشی فاضل - ادیب فاضل
فرگسن کالج - پونہ نمبر ۴ -

بالودیان پریس - پونہ (دکن)

فہرست مضامین

نصیحت نامہ کا اردو ترجمہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ رسولہ محمد و آلہ الطاہرین۔

"قارئین کرام پر روشن ہو کہ خواجہ محمد الغزالی رح حجۃ الاسلام کے شاگردوں میں سے ایک شاگرد نے، جو کہ برسوں آپ کی خدمت میں حاضر رہ کر تحصیلِ علم میں مصروف و منہمک رہا تھا اور ہر علم سے بہرۂ وافر حاصل کر چکا تھا، ایک دن خیال کیا کہ میں نے برسوں محنت کی اور علم بھی کافی حاصل کیا جو مختلف شعبوں پر مبنی تھا مگر اب جو میں غور کرتا ہوں تو میری سمجھ میں یہ نہیں آتا کہ ان علوم میں سے کون سا سب سے زیادہ مفید ہے۔ اس خیال سے پریشان ہو کر وہ خواجہ صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی کہ خاکسار چند سوالات کا حل جاننے کا خواستگار ہے اور تصدیعہ دہی کے لئے آنجناب کی خدمت بابرکت میں حاضر ہوا ہے۔ خواجہ صاحب نے ارشاد فرمایا کہ تمھیں میری نصیحت کی کیا ضرورت ہے کیونکہ اولین اور آخرین نصیحتوں کا فرمان شاہی

نوٹ:- یہ اردو ترجمہ لاندن کے مخطوطہ پر مبنی ہے۔

حضرت محمد رسول اللہ صلعم کی درگاہِ والاجاہ سے نفاذ پذیر ہوا ہے۔ اور اگر اُن نصیحتوں میں سے کوئی نصیحت تمھیں معلوم نہیں تو پھر بتاؤ کہ تم نے اتنے برسوں میں کیا پڑھا۔

ای فرزند۔ اُن نصیحتوں میں سے جو آنحضرت صلعم نے اہلِ دنیا کے لئے فرمائیں ایک یہ ہے:-

"بندہ سے خدا کے منہ پھیر لینے کی علامت یہ ہے کہ اُس کا بندہ کسی ایسی چیز میں مشغول ہو جسکو وہ (خدا) نہیں چاہتا' مراد گناہ۔ (یعنی اگر کوئی بندہ کسی ایسے شغل میں منہمک ہو جس سے خوشنودی و قربِ خدا مقصود نہ ہو تو یہ علامت ناراضیٔ خدا ہے)۔ اگر کسی انسان کی عمر میں سے ایک گھڑی بھی ایسے کام میں ضایع ہوئی جس کے لئے وہ پیدا نہیں کیا گیا ہے تو یہ سزاوار ہے کہ اُس پر اُس کا غم دراز ہو جائے اور جس انسان کی عمر چالیس برس سے زیادہ ہو گئی اور وہ نیکی پر غالب نہیں آیا تو وہ اپنے لئے آگ (یعنی دوزخ کی آگ) کی طرف جانے کا سامان مہیّا کرتا ہے۔" (۱)

اے فرزند۔ نصیحت کرنا آسان ہے لیکن نصایح پر عمل پیرا ہونا مشکل امر ہے، کیونکہ نصیحت کا ذائقہ مَن چلے ہوا پرستوں کے حلق میں کڑوا محسوس ہوتا ہے؛ اور ممنوعات و گناہ اُنھیں مرغوبِ خاطر ہوتے ہیں۔

تشریح :- اسی خیال کو حضرت علی کرم اللہ وجہ اس طرح ادا فرماتے ہیں :-

ولقد نصحتک ان قبلت نصیحتی ـ والنصح ارخص ما یباع و یوھب

معنی "اور تحقیق میں نے تجھ کو نصیحت کی اگر تو میری نصیحت (دیوان حضرت علی) قبول کرے ـ اور نصیحت ارزان ہے اُن چیزوں سے جو بیچی جائیں یا ہبہ کی جائیں"۔

علم و عمل

خصوصاً اُس شخص کے لئے جو علوم رسمی اور فضل و ہنر دنیاوی کی تحصیل میں مشغول رہے مثل تمہارے (نصیحت قبول کرنا دشوار ہے) ـ کیونکہ طالب علم جانتا ہے کہ محض علم ہی اُس کی بہبودی کا وسیلہ ہو سکتا ہے اور اس کی نجات اور آزادی اخروی علم حاصل کرنے پر ہی منحصر ہے ـ اُس کے لئے عمل کرنا بیکار ہے اور اس کو عمل کرنے کی چنداں ضرورت نہیں ـ مگر یہ اعتقاد بُرا ہے اور فیلسوفوں کا مذہب ہے ـ سبحان اللہ العظیم ! وہ اتنا بھی نہیں جانتا کہ جب کوئی انسان علم حاصل کرتا ہے اور اس پر عمل نہیں کرتا تو اس پر حجت اور دلیل زیادہ مضبوط ہوجاتی ہے ـ اُسے یہ معلوم نہیں ہے کہ رسول خدا صلعم ارشاد فرماتے ہیں :- "تمام انسانوں کی بہ نسبت سب سے زیادہ سخت عذاب قیامت کے دن اس عالم پر ہوگا جس نے بتوفیق الٰہی اپنے علم سے فائدہ نہیں اُٹھایا"۔ (۵)

کلام و ملفوظات مشائخ میں بیان کیا گیا ہے کہ ایک بزرگ نے حضرت جنید قدس اللہ سرہٗ کو خواب میں دیکھا اور اُن سے پوچھا ـ "اے ابو القاسم تیرا کیا حال ہے؟" ـ جواب دیا کہ "عبادتیں اُڑ گئیں اور اشارات فنا ہوگئے اور ہمیں اُن سے کوئی فائدہ نہیں ہوا ـ مگر اُن زانوؤں نے ہمیں فائدہ دیا جن کو ہم نے آدھی رات میں (یادِ الٰہی میں) جھکایا" (۶) ـ [مطلب یہ ہے کہ جو عبادت رات کے وقت خلوص دل سے کی جاتی ہے وہ پروردگار کو پسند آتی ہے]ـ

اے فرزند ـ عمل کرنے میں کبھی لاپرواہی نہ کر ـ اور نیک کام اور روحانی ترقی میں سعی کرنے سے کبھی پہلوتہی نہ کر ـ اور خوب یاد رکھ کہ محض علم مدد نہیں کرتا ہے اور یہ نکتہ تجھے ایک مثال سے واضح ہو جائے گا :-

مثال اول ـ اگر کوئی شخص بیابان میں جا رہا ہو اور اس کے پاس نیام میں دس تلواریں ہندستان کی بنی ہوئی ہوں اور اسی طرح دوسرے

اچھے ہتھیار بھی رکھتا ہو اور اس کے علاوہ ہتھیار چلانے والا جنگ آزما بھی ہو، اور ناگاہ کوئی شیر اس کے سامنے آجائے۔ اُن تمام ہتھیاروں کے متعلق تمھاری کیا رائے ہے؟۔ کیا وہ شخص اُن کو استعمال کیے بغیر اُس شیر کے شر کو دفع کر سکے گا یا نہیں؟۔ تم اچھی طرح جانتے ہو کہ وہ نہ کر سکے گا۔

اسی طرح بعینہ یہ بات سمجھ لو کہ اگر کوئی عالم سو ہزار مسئلۂ علمی پڑھ لے اور یاد کر لے مگر اُن پر عمل نہ کرے تو اس کو اِس عقل سے کوئی فائدہ نہ ہوگا۔

دوسری مثال۔ اگر کوئی انسان بیمار ہو اور اس کی بیماری کی تکلیف مثلاً حرارت اور صفرا سے ہو اور وہ جانتا ہو کہ اس بیماری کا علاج آبِ جو اور سکنجبین ہے پھر بھی وہ یہ دوائیں نہ کھائے تو اس کا علم اس کی بیماری کو زائل کر دے گا یا نہیں؟ اور تم جانتے ہو کہ نہ کرے گا۔ **بیت**

"اگر تو دو ہزار پیالے شراب سے بھرے اور دوسروں کو دے، تو جبتک تو خود شراب نہ پیے گا تجھ پر اس کا کوئی خاص اثر نہ ہوگا"۔

اگر تو سو برس تک علم پڑھے اور ہزار بار کتابوں کی ورق گردانی کرے مگر ان پر عمل نہ کرے اور نیک و

مفید کام کر کے خود کو رحمتِ خدای تعالیٰ کے مستحق نہ بنائے تو رحمت تجھ پر وارد نہ ہوگی۔ سنو۔ قرآنِ مجید میں کیا ارشاد ہے:۔ "انسان کو جو کچھ ملتا ہے وہ اس کی مساعیٔ جمیلہ کا ہی نتیجہ ہوتا ہے" [یعنی بلا محنت وسعی کے کچھ نہیں ملتا۔ بی رنج گنج میسر نمی شود]۔ (۹)

ای فرزند۔ میں جانتا ہوں کہ تو نے کہیں پڑھا ہوگا کہ یہ آیت منسوخ و بے معنی ہے۔ (مگر میں کہتا ہوں کہ یہ بات کہنے والا شخص منسوخ و بیکار ہے اور اگر بفرض محال میں، یہ مان بھی لوں کہ یہ آیت منسوخ ہے) تو مندرجہ ذیل دیگر آیتوں کے بارہ میں وہ لوگ کیا کہتے ہیں:۔ "پس جو شخص اپنے رب کی ملاقات چاہتا ہے اسے نیک کام کرنے چاہئیں۔ بدلہ ہے اُس عمل کا جو کچھ وے کر رہے تھے، بدلہ ہے اسی کا جو کچھ وے حاصل کر رہے تھے۔ تحقیق وہ لوگ جو ایمان لائے اور جنہوں نے نیک کام کیے اُن کے واسطے بہشت کے باغ منزل تھی جہاں وے ہمیشہ رہیں گے مگر جس نے توبہ کی اور ایمان لایا اور نیک کام کیا"۔ (۱۰)

اور مندرجہ ذیل حدیثوں کے بارے میں وہ کیا کہتے ہیں:

اسلام کی بنیاد پانچ باتوں اور اصولوں پر ہے:۔

اوّل۔ شہادت اس کی کہ کوئی معبود نہیں ہے مگر اللہ۔

دوم۔ یہ کہ حضرت محمدؐ اللہ کے رسول مصطفیٰ ہیں۔

سوم - زکوٰۃ دینا - چہارم - رمضان کے مہینے میں روزہ رکھنا۔ اور پنجم - کعبہ شریف کی حج کرنا - یہ اُس کے لئے فرض ہے جسے اِس کی استطاعت ہو۔

ایمان کی تعریف یہ ہے کہ زبان سے جو بات کہیں دل سے اُس کی تصدیق کریں، اور اعضا و جوارح سے اُس پر عمل کریں - (۱۱)

اور اس کے لئے بیشمار دلائل ہیں - اگر تو میرے کہنے کا منشاء یہ سمجھا ہے کہ بندہ اپنے عمل سے ہی بہشت میں جائے گا نہ کہ خدائے عزوجل کے کرم و رحمت سے، بس جان لے کہ تونے ابھی میری بات نہیں سمجھی -

یاد رکھ میں یہ نہیں کہتا بلکہ میں یہ کہتا ہوں کہ "بندہ خدای تعالیٰ کے رحم و فضل و کرم سے بہشت میں جاتا ہے مگر جب تک وہ خود کو طاعت و ریاضت سے رحمت کے لایق اور مستحق نہیں بنا لیتا ہے، تب تک اُس پر ابر رحمت روح افزا پانی نہیں برساتا - یہ بات میں نہیں کہتا ہوں بلکہ خدائے تعالیٰ جل شانہ فرماتا ہے :- "تحقیق اللہ کی رحمت نیکی کرنے والوں کے قریب ہے"۔ (۱۲)

جب رحمت اُس پر نازل نہیں ہوتی ہے تو وہ بہشت میں کیسے داخل ہو سکتا ہے - اور اگر کوئی کہے کہ مجرد ایمان کے وسیلے سے وہ بہشت میں پہونچتا

ہے - تو میں بھی کہتا ہوں کہ ہاں پہونچتا ہے لیکن خود آسانی سے کب پہونچتا ہے - اُس کی راہ میں بہت سی رکاوٹیں ہوتی ہیں اور ان کے بعد وہ پہونچتا ہے :-

پہلی رکاوٹ یہ ہے کہ ایمان کو اپنے ساتھ صحیح و سلامت لے جاتا ہے اور بہشت میں پہونچتا ہے پھر بھی ایک مفلس بہشتی ہوتا ہے -

اے فرزند - یقین رکھ کہ جب تک تو کام نہیں کریگا تجھے مزدوری نہیں ملے گی -

حکایت

بنی اسرائیل میں سے ایک شخص بہت برسوں تک عبادت کرتا رہا تھا - خدائے تعالیٰ نے چاہا کہ اُس کا خلوص فرشتوں کو دکھائے - اِس لئے ایک فرشتہ کو بھیجا کہ اُس عابد سے کہے "تو کبتک یہ جد و جہد جاری رکھے گا اور ریاضت کی محنت شاقہ برداشت کرے گا کیونکہ تو مستحق (رحمت) نہیں ہے"؟

وہ فرشتہ آیا اور عابد کو پیغام الٰہی سنایا - عابد نے جواب دیا کہ "مجھے بندگی کرنے کے لئے پیدا کیا گیا ہے، مجھے تو بندگی کرنے سے غرض ہے، خداوندی وہ جانتا ہے" - وہ فرشتہ بارگاہِ باری تعالیٰ میں حاضر ہوا اور عرض کیا :-

"الٰہی تو بھیدوں کا جاننے والا ہے اور جانتا ہے کہ اُس عابد نے کیا کہا"۔ بارگاہِ الٰہی سے ارشاد ہوا کہ "جب وہ اپنی بندگی سے باز نہیں آتا تو ہم بھی اپنی کریمی سے اُس سے قطع نظر نہیں کرتے"۔ * "گواہی دو، اے فرشتو، کہ تحقیق میں نے اُس کے واسطے (یعنی اُس کے گناہوں کو) معاف کردیا"۔(۱۳)

اے فرزند۔ سُن کہ حضرت رسول مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔ "حساب کرو پیشتر اِس کے کہ تمہارا حساب کیا جائے اور تولو پیشتر اس کے کہ تم کو تولا جائے"۔ یعنی روز حساب جب تمہارے اعمال نیک و بد کا حساب کیا جائے گا اُس وقت تم کو پشیمانی نہ اٹھانی پڑے، اس لئے تمہارا فرض ہے کہ تم اُس کے پہلے ہی اپنے اعمال کی خود جانچ کرلو اور انہیں سُدھارو۔(۱۴)

حضرت مرتضیٰ علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں: "جس شخص نے یہ گمان کیا کہ بغیر ہاتھ پیر ہلائے جنت مل جائیگی اس نے بڑی غلطی کی"۔ خدا کی رحمت ہو اُن پر (حضرت علی پر)۔

---

* امام صاحب نے اپنی کتاب "احیاء العلوم" کے حصۂ چہارم باب ہفتم میں بھی ایک ایسے بنی اسرائیل کی حکایت دی ہے جس نے برسوں عبادت کی تھی۔

ایک دن رسول خداؐ سرور کائنات نے صحابہ میں سے ایک سے فرمایا:۔ "اے فلاں شخص، رات میں زیادہ مت سو۔ تحقیق رات میں نیند کی زیادتی اپنے صاحب (یعنی سونے والے) کو قیامت کے دن فقیر (کی خراب وخستہ حالت میں) چھوڑتی ہے"۔(۱۶)

اے فرزند۔ **امر** یہ ہے کہ رات میں تہجّد کی نماز (یعنی دو بجے رات کی نماز) پڑھ۔ یہ تیرے واسطے زیادہ ہوگی (یعنی نفل ہوگی نہ فرض)۔(۱۷) **شکر** یہ ہے کہ صبح کے وقت، وہ لوگ معافی مانگتے ہیں(۱۸) اور **ذکر** یہ ہے کہ علی الصباح وہ معافی مانگتے ہیں۔(۱۹) رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ "تین آوازیں ایسی ہیں جنھیں خدا محبت کرتا ہے:۔ اول مرغ کی آواز۔ دوم اس شخص کی آواز جو قرآن مجید پڑھتا ہے۔ اور سوم صبح کے وقت معافی مانگنے والوں کی آواز"۔(۲۰)

سُفیان ثوری نے کہا ہے:۔ "تحقیق اللہ تعالیٰ اُس ہوا کو پیار کرتا ہے جو صبح کے وقت چلتی ہے اور وہ ہوا ذکروں کو اور استغفار (یعنی توبہ وانابت) کو بادشاہ، جبّار، قادرِ مطلق کی طرف اٹھالیجاتی ہے"۔(۲۱) اور یہ بھی اُن ہی نے فرمایا ہے:۔ "جب رات کا

پہلا حصہ ہوتا ہے تو عرش کے نیچے سے منادی آواز لگاتا ہے کہ "خبردار! کھڑے ہوجاؤ۔ عابدو"۔ پس وے کھڑے ہوجاتے ہیں اور نماز پڑھتے ہیں، جس قدر کہ اللہ کی مرضی ہوتی ہے۔ پھر آدھی رات کو منادی آواز لگاتا ہے کہ "خبردار، کھڑے ہوجاؤ۔ دعا مانگنے والو!" پس وے کھڑے ہوجاتے ہیں اور نماز پڑھتے ہیں صبح تک۔ پھر جب صبح ہوجاتی ہے تو منادی آواز لگاتا ہے کہ "خبردار، کھڑے ہوجاؤ۔ معافی مانگنے والو!"۔ پس وے کھڑے ہوجاتے ہیں اور معافی مانگتے ہیں۔ پس جب صبح صادق ہوجاتی ہے تو منادی آواز لگاتا ہے کہ "خبردار، کھڑے ہوجاؤ۔ غفلت کرنے والو!"۔ پس وے کھڑے ہوجاتے ہیں خوفزدہ، اس طرح کہ جیسے مردے اپنی قبروں سے اُٹھے ہوں"+ (۲۲)

اے فرزند۔ وصایائے لقمان میں لکھا ہے کہ حضرت لقمانؑ اپنے لڑکے کو وصیت کرتے تھے اور کہتے تھے کہ "اے بیٹے، مرغ تجھ سے زیادہ عقلمند نہ ہوجائے، جو کہ صبح کے وقت بولتا ہے اور تو سوتا رہتا ہے"+ (۲۳)

اور جس شاعر نے یہ دو بیت کہی ہیں اس نے ایک نہایت اچھی اور مفید بات کہی ہے۔

شعر

"البتہ تحقیق آدھی رات کو کبوتر نے آواز دی،
جوان کا بلوں پر، اور تحقیق میں سونے والا ہوں۔
میں جھوٹ بولا، قسم کعبہ کی، اگر میں عاشق ہوتا تو
ہرگز کبوتر مجھ سے رونے میں سبقت نہ لیجاتے"+ (۲۴)

طاعت و عبادت

اے پسر نصیحتوں کا خلاصہ یہ ہے کہ تو اس بات کو جانے کہ طاعت و عبادت کیا ہے۔ اب یہ یاد رکھ کہ طاعت و عبادت شارع علیہ الصلوٰۃ والسلام کی متابعت ہے اُن باتوں میں جن کے لئے آنحضور نے حکم دیا ہے یا جن کو منع کیا ہے یا جو کچھ فرمایا یا کرکے دکھایا ہے۔ یعنی جو کچھ تو کرے اور جو کچھ نہ کرے اور جو کچھ تو بولے اور جو کچھ نہ بولے سب کچھ حکم کے مطابق ہو۔ اگر تو کچھ کہے تو وہ فرمان کے مطابق کہے اور اگر کچھ نہ کہے تو وہ بھی بہ تعمیل ارشاد نہ کہے اور اگر کچھ کرے تو فرمان کے مطابق کرے اور اگر نہ کرے تو بہ تعمیل ارشاد نہ کرے۔ اور یاد رکھ کہ اگر تو کوئی کام کرے جو اگرچہ بظاہر عبادت معلوم ہوتا ہو مگر وہ حکم کے مطابق نہ ہو تو وہ عبادت نہیں ہے بلکہ گناہ ہے۔ خواہ وہ نماز اور روزہ ہی کیوں نہ ہو۔ کیا تو نہیں دیکھتا کہ اگر کوئی دونوں عید اور تشریق کے تین دنوں میں روزہ رکھے تو وہ گنہگار ہوگا۔ باوجودیکہ یہ بظاہر عبادت کی صورت رکھتا ہے۔ مگر چونکہ حسب الحکم نہیں ہے لہذا گنہگار ہوجاتا ہے۔ اسی طرح اگر ناپاک کپڑوں سے یا کسی ناپاک جگہ میں کوئی شخص نماز پڑھے تو وہ گنہگار ہوگا اگرچہ بظاہر یہ نماز عبادت کی صورت رکھتی ہے کیونکہ یہ فرمان کے موافق ادا نہیں کی گئی۔ اسی طرح اگر کوئی اپنی منکوحہ عورت سے ہنسی دل لگی کرے تو اُسے اس سے ثواب حاصل ہونگے جیسا کہ

حدیث میں لکھا ہے اگرچہ یہ لہو و لعب ہے کیونکہ یہ کام مطابق فرمان کیا گیا ہے پس معلوم ہوا کہ عبادت کا مفہوم فرمان کی تعمیل ہے نہ کہ محض نماز و روزہ، کیونکہ صرف وہی نماز اور روزہ عبادت ہوتی ہے جو کہ مطابق فرمان کی جائے۔ پس اے فرزند یہ لازمی ہے کہ تیرے افعال اور اقوال مطابق فرمان ہوں، یعنی وے مطابق حکم شرع ہوں، کیونکہ مخلوقات کا وہ علم و عمل جو بغیر حکم حضرت مصطفےٰ صلعم کیا جائے گمراہی ہے اور خدا سے دوری کا سبب ہے۔ اور یہی سبب ہے کہ آنحضرت نے صلوٰۃ اللہ علیہ جملہ علمہائے سابق کو منسوخ کر دیا۔ اس لئے تجھے چاہیے کہ بغیر حکم کے دم نہ مار، اور اس امر کا یقین رکھ کہ خدا تعالیٰ تک پہونچنے کا راستہ ان علموں کی مدد سے جو تو نے حاصل کیے ہیں طے نہیں کیا جا سکتا۔ اسی طرح صوفیان رسمی جو کلمات خلاف شرع کہتے ہیں اور لاف و گزاف آمیز باطل باتیں کہتے ہیں ان کے فریب میں نہ آجانا کیونکہ یہ راستہ مجاہدت و ریاضت سے طے کیا جا سکتا ہے۔ ہوا و ہوس اور خواہشات نفسانی کو مجاہدت و ریاضت سے اپنے قابو میں رکھنا چاہیے، اور لاف و گزاف و سخنہائے باطل سے ہوائی قلعے نہ بنانے چاہئیں۔ ناموزوں باتوں اور تاریک خیالات میں مبتلا رہنا پسندیدہ نہیں ہوتا۔ مطلق العنان زبان اور مغلوب نفس دل اور بے حد غفلت شقاوت اور بدبختی کے نشان ہیں۔ جبتک کہ ہمارے نفس امّارہ کی ہوا و ہوس صدق و صفا اور مجاہدت و ریاضت سے مقہور و مجبور نہ کی جائیں گی تب تک دل کو انوار معرفت الٰہی سے نئی زندگی اور حیات تازہ نہ ملیگی۔

اے فرزند۔ تو نے چند مسائل پوچھے ہیں، ان میں سے بعض ایسے ہیں جن کا جواب کہنے سننے اور لکھنے پڑھنے میں نہیں آسکتا ہے اگر تو اس درجہ اور مقام تک پہونچ جائیگا تو خود سمجھ لیگا اور اگر نہ پہونچیگا تو ان باتوں کا سمجھنا ناممکنات میں سے ہے کیونکہ وہ باتیں ذوق سے متعلق ہیں اور جو کچھ ذوق سے تعلق رکھتا ہے وہ کہنے سننے اور لکھنے پڑھنے میں نہیں آسکتا مٹھاس اور کڑواپن کھٹاس اور نمکین کو اگر کوئی چاہے کہ دوسرے کہے یا لکھکر

سمجھائے تو وہ یہ نہیں کر سکتا۔ اے فرزند، اگر کوئی ایسا شخص جو پیدائش نامرد ہو کسی ایسے دوسرے شخص کو خط لکھے جو لذت مجامعت حاصل کر چکا ہو اور اس سے یہ خواہش کرے کہ تو یہ بات لکھ کہ جماع میں کیا لذت ہے، تاکہ میں اس سے حظ اٹھاؤں۔ تو اس شخص کو اس خط کا جواب یہی لکھنا پڑیگا کہ "اے فلاں، میں سمجھا کہ تو نہ صرف نامرد ہے بلکہ احمق بھی ہے۔ مجامعت کی لذت ذوق ہے کہ جب تو خود اس پر قادر ہوگا تب ہی جان سکیگا اور بصورت دیگر یہ بات کہنے سننے اور لکھنے پڑھنے سے سمجھ میں نہیں آتی "۔ اے فرزند، تیرے بعض سوال ایسے ہی ہیں، لیکن جو کچھ کہ تحریر و تقریر میں در سایا جا سکتا ہے وہ ہم نے اپنی کتاب احیاء العلوم اور دیگر کتب میں تشریح کے ساتھ لکھ دیا ہے، ان مقامات پر ڈھونڈھ لو۔ لیکن یہاں بھی اشارۃً ہم کچھ لکھ دیتے ہیں۔

واجبات سالک

تو نے پوچھا ہے کہ سالک راہ خدا تعالیٰ کو کیا کرنا چاہیے۔ یاد رکھ اول فرض جو سالک پر واجب ہے وہ ایسا اعتقاد پاک ہے جس میں بدعت نہ ہو۔

دوم توبۂ نصوح، ایسی توبہ کہ اس کے بعد پھر کبھی غار معاصی میں پھسل کر نہ گر پڑے۔

سوم دشمن کو خوش کرنا۔ یہ اس لئے کہ کسی مخلوق کو اس پر حق نہ رہے۔

چہارم علم شریعت اس قدر حاصل کرنا کہ اس کی مدد سے احکام الٰہی کی تعمیل کر سکے اور اس سے زیادہ علم شریعت جاننا اُسے ضروری نہیں ہے۔ دوسرے علوم اُسے صرف اس قدر جان لینے چاہئیں کہ وہ نجات اور خلاصی حاصل کر سکے اور صرف اتنا حاصل کرنے کے بعد ان علوم سے دست بردار ہو جائے۔ اور یہ بات ایک حکایت سے تیری سمجھ میں آئیگی۔

حکایت اول

مشائخ کی حکایتوں میں لکھا ہے کہ شبلی رح نے فرمایا تھا کہ میں نے چار سو استادوں کی خدمت کی اور ان سے چار ہزار حدیثیں پڑھیں اور ان چار ہزار حدیثوں میں سے میں نے

صرف ایک حدیث کو اختیار کیا ہے، کیونکہ علم اولین و آخرین کو میں نے اُسی ایک حدیث میں مضمر دیکھا اور وہ حدیث یہ ہے جو آنحضرت صلعم نے ایک صحابی سے ارشاد فرمائی :۔ "تو اپنے قیام زندگی کے موافق دنیا کے واسطے عمل کر اور خدا کے واسطے اُتنا ہی عمل کر جتنی تجھکو اُس کی طرف حاجت ہے اور آگ (یعنی دوزخ) کے لئے اُتنا عمل کر جتنا تو اُس آگ کو صبر سے سہہ سکتا ہے (۳۱)"

اے فرزند، اِس حدیث سے تجھکو معلوم ہو گیا کہ تجھے زیادہ علم کی ضرورت نہیں ہے، کیونکہ علم بہت پڑھنا اور حاصل کرنا ایک فرض کفایہ ہے (یعنی فرض عین نہیں ہے) اور دوسروں نے یہ وزن تیری گردن سے ہٹا لیا ہے۔

اِس دوسری حکایت پر بھی غور کر تاکہ تیرا یقین واثق تر ہو جائے :۔

حکایت دوم

منقول ہے کہ حاتم اصم رح شقیق بلخی رح کے شاگردوں اور مریدوں میں سے ہیں۔ ایک دن شقیق نے اُن سے کہا۔ "اے حاتم کتنی مدت ہوئی کہ تو میری صحبت میں ہے اور میری نصائح سنتا ہے؟" حاتم نے عرض کیا۔ "تینتیس برس سے"[۳۳]۔ شقیق نے فرمایا: "اتنی مدت مدید میں تو نے مجھ سے کیا سیکھا اور کتنے مفید اقوال مجھ سے سُنے؟" حاتم نے عرض کیا۔ "آٹھ مفید پند حاصل کی ہیں"۔ شقیق نے تعجب سے کہا۔ "ہم خدا کی ملک ہیں اور تحقیق اُسی کیطرف رجوع کرنے والے ہیں۔ (۳۲) - میں نے اپنی تمام عمر تیری بہبودی کے لئے صرف کی مگر تو نے مجھ سے صرف آٹھ باتیں حاصل کیں، اور ان سے زیادہ کچھ نہیں"۔ حاتم نے عرض کیا۔ "اے اُستادِ شفیق، اگر آپ سچ پوچھتے ہیں تو ایسی ہی بات ہے اور مجھے اِن سے زیادہ کی ضرورت بھی نہیں ہے۔ میرے لئے صرف اِتنا ہی علم کافی و وافی ہے۔ کیونکہ مجھے یقین ہے کہ دونوں جہان میں میری خلاصی اور نجات اِن ہی آٹھ فواید پر منحصر ہے"۔ شقیق نے فرمایا: "اے حاتم سُنا۔ یہ آٹھ

فایدے کون کون سے ہیں"؟۔ حاتم نے عرض کیا۔ "اے اُستاد

پہلا فائدہ

یہ ہے کہ میں نے اِس جہان فانی کی تمام مخلوقات کو دیکھا تو مجھے معلوم ہوا کہ ہر کس و ناکس کسی نہ کسی محبوب اور معشوق کو اپنا دل دے چکا ہے اور وہ محبوب اور معشوق ایسے ہیں کہ بعض تو مرض الموت تک اُس کے ساتھ رہتے ہیں اور بعض موت تک اور چند قبر کے کنارے تک ساتھ دیتے ہیں اور پھر اُس کو خاک میں ملا کر واپس آجاتے ہیں، اور اُس کو قعر گور میں تن تنہا چھوڑ دیتے ہیں۔ کوئی معشوق اُس کے ساتھ قبر کے اندر نہیں گیا اور نہ اُس کا غمخوار بنا۔ پس میں نے غور کیا اور اپنے دل میں خیال کیا۔ "محبوب وہی بہترین اور خوب ترین ہے جو اپنے عاشق کے ساتھ قبر میں جائے اور تاریکی قبر میں روشنی کی طرح کام آئے۔ پس میں نے بہت غور کیا تو یہ بات سمجھ میں آئی کہ وہ محبوب جس میں یہ صفت ہے **اعمال نیک** ہیں، اِس لئے میں نے اُن کو اپنا محبوب بنایا تاکہ وہ میرے ساتھ قبر میں رہیں اور وہاں چراغ کا کام دیں۔ قیامت کی منزلوں میں میرے ساتھ رہیں اور دُکھ درد نہیں"۔ شقیق نے کہا۔ "شاباش، زندہ باش، اے حاتم (۳۳)۔ تو نے بہت خوب اور اچھی بات کہی۔ دوسرا فائدہ کیا ہے؟"۔ حاتم نے عرض کیا۔ "اے اُستاد

دوسرا فائدہ

یہ ہے کہ میں نے اس جہان فانی کی تمام مخلوقات کو بنظر تعمق دیکھا تو مجھے معلوم ہوا کہ سب لوگ اپنے ہوا و ہوس کی پیروی کرتے ہیں اور نفس امارہ کے مطیع ہیں۔ پس میں نے اس آیت پر غور کیا کہ "ولیکن جس شخص نے اپنے مالک کے حضور میں کھڑے ہونے سے خوف کیا اور اپنے نفس کو خواہشات (نفسانی) سے باز رکھا، پس تحقیق جنت اُس کے لئے جائے امن ہے (۳۴)۔ میں نے

بہ یقین یہ سمجھ لیا کہ قرآن پاک سچ ہے اور برحق۔ اس لئے میں نے نفس کے خلاف جہد کرنے کے لئے کمر ہمت کس لی اور اسے مجاہدہ کی کٹھالی میں رکھکر اس کی ایک بھی آرزو پوری نہ کی۔ حتیٰ کہ وہ طاعت الٰہی پر راضی ہو گیا۔ شقیق نے کہا "اللہ تعالیٰ تجھے برکت دے (۳۶)' تو نے خوب کہا اور بہت اچھا کہا۔"

تیسرا فائدہ

یہ ہے کہ میں نے اس دنیا کو بنظر تامل دیکھا تو میری سمجھ میں آیا کہ اس دنیا میں ہر شخص کوشش اور رنج میں مبتلا ہے اور جب دنیا کی ان ہیچ اور ادنیٰ چیزوں میں سے اُسے کوئی چھوٹی سی چیز مل جاتی ہے تو وہ اس سے بنہایت خوش ہوتا ہے' گویا اُسے ایک نعمت عظمیٰ مل گئی ہے۔ پس میں نے اس آیت پر تامل کیا کہ "جو کچھ تمھارے پاس ہے وہ خرچ ہو جاتا ہے فنا ہو جاتا ہے' مگر جو کچھ خدا کے پاس ہے وہ دایم قایم رہتا ہے" (۳۸)۔ پس میرے جو سرمایہ دنیا کی چیزوں کا اکٹھا کیا تھا وہ راہ حق میں خیرات کر دیا اور فقیروں و غریبوں کو تقسیم کر دیا اور بطور امانت خدا کے سپرد کر دیا تاکہ اُس کی درگاہ لایزال میں قایم رہے اور راہ آخرت میں میرے لئے توشہ و رہبر ہو۔ شقیق نے کہا۔ "اللہ تجھکو نیک بدلہ دے" (۴۰)

چوتھا فائدہ

یہ ہے کہ میں نے دیکھا کہ ایک گروہ ایسا ہے جو خیال کرتا ہے کہ انسان کی فضیلت اور عزت اور بزرگواری قبایل اور رشتہ داروں کی زیادتی پر منحصر ہے اور نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ وہ گروہ اسی بات پر فخر کرتا ہے۔ دوسرا گروہ سمجھتا ہے کہ انسان کا شرف غضب ور ہونے' مارنے' قتل کرنے اور خونریزی کرنے میں ہے۔ تیسرا گروہ یہ سمجھتا ہے کہ (انسان کا شرف) فضول خرچی میں ہے۔ پس میں نے اس آیت پر غور کیا کہ "تحقیق خدا کے نزدیک تم میں سے وہی سرفراز ہوگا جو متقی اور پرہیزگار ہے۔" (۴۳)۔ میں نے سمجھ لیا کہ یہ سچ ہے اور خلق کے خیالات و گمان باطل ہیں۔ اس لئے

میں نے تقویٰ اختیار کیا تاکہ درگاہ ذوالجلال میں سرفراز ہوؤں۔ شقیق نے مرحبا کہا۔

پانچواں فائدہ

یہ ہے کہ میں نے ہر قوم کو ایک دوسرے کی برائی کرتے ہوئے پایا اور عیب جوئی میں منہمک دیکھا۔ جب میں نے اس پر غور کیا تو معلوم ہوا کہ ایک شخص دوسرے کے مال و جاہ و علم کو دیکھکر حسد کرتا ہے اور اس لئے یہ حالت ہے۔ پس میں نے اس آیت پر غور کیا۔ "ہم نے اُن کے درمیان اُن کی روزی کو تقسیم کر دیا" (۴۴)۔ اس لئے میں نے سمجھ لیا کہ ہر شخص کی قسمت روز ازل میں ہی بنا دی گئی ہے اور کسی کو اس میں ردّ و بدل کرنے کا اختیار نہیں ہے۔ اس لئے میں نے کسی پر حسد نہیں کیا اور خدا نے میری قسمت میں جو کچھ معیّن کر دیا تھا اس پر راضی ہوا' اور اس دنیا کے ہر کس و ناکس سے صلح کر لی۔" شقیق نے کہا۔ "اللہ تجھے برکت دے۔"

چھٹا فائدہ

یہ ہے کہ میں نے اس دنیا میں بنظر غور دیکھا تو یہ سمجھ میں آیا کہ ہر قوم ایک دوسرے کی دشمن ہے۔ اور ہر شخص کسی نہ کسی سبب او غرض کی وجہ سے دوسروں سے مخاصمت رکھتا ہے۔ اس لئے میں نے اس آیت میں تامل کیا۔ "درحقیقت شیطان تمھارا دشمن ہے' پس تم بھی اُسے اپنا دشمن سمجھو" (۴۵)۔ میں نے سمجھ لیا کہ خدا تعالیٰ کا ارشاد برحق ہے' اور سوائے شیطان اور اُس کے پیرووں کے انسان کا کوئی دشمن نہیں ہے' اس لئے میں نے شیطان کو اپنا دشمن جانا اور اُس کا کہنا نہ مانا اور نہ اُس کی پرستش کی۔ بلکہ خدا تعالیٰ کا فرمان مانا اور اُس کی ہی پرستش کی اور اُس کی ہی اطاعت کی' کیونکہ سیدھی راہ یہی ہے۔ جیسا کہ خدائے تبارک و تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ "کیا میں نے تمھاری طرف عہد نہیں کیا ہے' اے اولادِ آدم' کہ شیطان کی پرستش نہ کرو کیونکہ درحقیقت وہ تمھارا جانی دشمن ہے' اور

یہ کہ میری پرستش کرو، یہی سیدھی سڑک ہے" (۴۶) شفیق نے کہا "شاباش"۔

ساتواں فائدہ

یہ ہے کہ میں نے اس دنیا میں بنظرِ تامل دیکھا تو میری سمجھ میں آیا کہ ہر شخص اپنی روزی اور معاش کے لئے سخت کوشش اور جد و جہد کرتا ہے اور اس سبب سے ناکردنی کاموں اور شبہات کے گرداب میں پھنسا ہوا ہے، اور خود کو خوار و بے مقدار بنائے ہوئے ہے۔ پس میں نے آیت میں تامل کیا کہ "اور کوئی زمین پر چلنے والا نہیں مگر اُس کی روزی خدا پر ہے (یعنی خدا ہر مخلوق کو رزق پہونچاتا ہے)" (۴۷)۔ پس میں نے سمجھ لیا کہ قرآن پاک سچ ہے اور میں رُوئے زمین کی مخلوقات میں سے ایک ہوں۔ اس لئے میں خدا تعالیٰ کی عبادت و تذکیر میں مشغول ہوا اور بخوبی یقین کر لیا کہ وہ میری روزی ضرور پہونچا دیگا کیونکہ اس نے وعدہ کیا ہے۔

آٹھواں فائدہ

یہ ہے کہ میں نے دیکھا کہ ہر شخص کسی دوسرے انسان یا چیز پر بھروسہ رکھتا ہے۔ کسی نے سونے چاندی، مال و دولت پر بھروسہ کیا ہے، تو دوسرے نے اپنی جائداد غیر منقولہ اور املاک پر، تو تیسرے نے اپنی آمدنی اور پیشہ اور صنعت و حرفت پر، تو چوتھے نے اپنے جیسے کسی دوسرے انسان پر۔ پس میں نے اس آیت میں تامل کیا کہ "اور جو خدا پر بھروسہ کرتا ہے، اُس کے لئے وہی کافی ہے" (۴۸)۔ اس لئے میں نے خدا تعالیٰ پر بھروسہ کیا اور وہ میرے لئے کافی ہے اور اچھا وکیل ہے (۴۹)۔ شفیق نے کہا "اے حاتم۔ اللہ تعالیٰ تجھے توفیق دے کیونکہ میں نے توریت اور انجیل اور زبور اور فرقان مجید میں بنظرِ تامل دیکھا تو اس نتیجہ پر پہونچا کہ یہ چاروں مقدس کتابیں اِنہی آٹھ فائدوں پر مبنی اور منحصر ہیں۔ جو شخص اِن کو اپنا دستور العمل بنائیگا وہ گویا اِن چاروں کتابوں کو اپنا رہنما بنائیگا۔

اے فرزند، اِن دونوں حکایتوں سے تجھے معلوم ہو گیا کہ تجھے زیادہ علم کی ضرورت نہیں ہے۔ اب ہم پھر اپنی بات کی طرف رجوع کرتے ہیں اور سالکِ راہِ خدا پر جو عمل واجب ہے وہ تمام و کمال لکھتے ہیں۔ اے فرزند

پانچویں نشانی — پیر ایسا ہونا چاہیے کہ جو اپنے مرید کی رہنمائی اور تربیت جیسی چاہیئے ویسی کرے۔ بُرے اخلاق اُس سے دور کر دے اور اُن کی جگہ ستودہ و پسندیدہ اخلاق اُس کے دل میں بھر دے۔ اور تربیت کے معنی یہ ہیں کہ کاشتکار کی طرح کام کرنا چاہیے، جو کہ غلہ کی تربیت کرتا ہے یعنی ہر نکمی گھاس پھوس جو کہ غلہ کے ساتھ اُوگ آئی ہے، نکال کر غلہ سے دور پھینک دیتا ہے، اور اسی طرح کنکر، پتھر، مٹی کے ڈھیلے وغیرہ جو کھیت کے اندر ہوتے ہیں باہر پھینک دیتا ہے اور پانی و کھاد ڈالتا ہے تاکہ غلہ کی پرورش ہو اور وہ اچھی طرح نشو و نما پائے۔ در حقیقت کسی سالکِ راہِ خدا تعالیٰ کو بغیر پیر مربی کے کامیابی نصیب نہیں ہو سکتی کیونکہ خدا تعالیٰ نے پیغمبرؐ کو اس دنیا میں اس لئے بھیجا تھا کہ آپ خدا تعالیٰ کی راہ دنیا والوں کو دکھائیں اور اُنھیں اُس راہِ راست پر چلائیں جو خدائے عز و جل کی درگاہ میں پہونچتی ہے۔ اور جب آنحضرتؐ نے اس دارِ فانی سے رحلت فرمائی تو آپ نے اپنی جگہ پر نائبان چھوڑے تاکہ وے قیامت تک مخلوقات کے واسطے راہِ حق کے رہنما ہوں۔ پس سالک کو کسی پیر روشن ضمیر کے سایے میں رہنا اور اُس کا دامن پکڑنا لازمی اور ناگزیر ہے تاکہ یہ پیر رسولؐ کا نائب ہو اور راہِ خدا پر ہدایت کرے۔

اس پیر کی نشانی جو رسولؐ کی نیابت کے قابل ہوتا ہے یہ ہے کہ وہ عالم ہو، مگر ہر شخص جو عالم ہو پیر بننے کے لئے شایستہ نہیں ہوتا بلکہ اس کام کی اہلیت اُس عالم کو ہے جس میں چند نشانیاں

ہوں۔ اور ہم بطریق اختصار اُن نشانیوں میں سے بعض بیان کرتے ہیں تاکہ ہر کس و ناکس یہ دعویٰ (پیر بننے کا دعویٰ) صرف تھوڑا سا علم حاصل کر کے ہی نہ کر سکے:-

پیر کی نشانیاں

جس انسان نے دُنیا اور طمع منصب اور رتبہ کی محبت سے منہ پھیر لیا ہو (یعنی ان کی پرواہ نہ کرتا ہو) اور اُس کی ذاتی متابعت سلسلہ وار رسول مقبول صلعم تک پہونچتی ہو اور آنحضرت صلعم کے ارشاد کے موافق اُس نے ہر طرح کی ریاضت کی ہو، مثلاً کم کھانا، کم بولنا، نماز بہت پڑھنا، روزہ بہت رکھنا اور صدقہ بہت دینا۔ اور آنحضرت صلعم کی منور مثال کو شمع راہ بنانے کی وجہ سے اچھے پسندیدہ اخلاق اس کی سیرت ہی بن گئے ہوں، مثلاً صبر و شکر و توکل و یقین و سخاوت و قناعت و امانت و ضمانت و مال خرچ کرنا و حلم و انکسار و دانائی و صدق و حیا و وقار و سکون و تانّی و دیگر ایسے ہی اخلاق اور حضرت پیغمبر صلعم کے انوار سے اُس نے نور حاصل کیا ہو، اور بُرے اخلاق اس روشنی کی برکت سے نیست و نابود ہو گئے ہوں، مثلاً کبر و حسد و بخل و کینہ و حرص و امید دراز و غصہ و چھوٹی چھوٹی باتوں پر آپے سے باہر ہو جانا وغیرہ کا نام و نشان بھی نہ رہا ہو۔ دوسروں کے علم سے وہ مستغنی ہو گیا ہو اور بجز علم سرورِ کائنات کسی دوسرے کے علم کی اُسے ضرورت نہ رہی ہو۔

پیرانِ طریقت کی نشانیوں میں سے بعض یہ ہیں اور ایسے علماء ہی ایسے بزرگ ہیں جو نائب رسول صلعم کے لائق ہیں جیسا کہ اوپر لکھا جا چکا ہے۔ اُن کی پیروی کرنا اولیٰ و انسب ہوتا ہے۔ مگر ایسا پیر شاذ و نادر ہی ملتا ہے۔ اگر کسی کو یہ نعمت غیر مترقبہ مل گئی ہو اور توفیق الٰہی اُس کی مدد کرے کہ وہ پیر با تدبیر اُسے اپنی خدمت میں قبول بھی کر لے تو سالک کو چاہیے کہ پیر کی عزت ظاہر و باطن دونوں طریقوں سے کرے۔

پیر کی عزت

احترام ظاہر۔ پیر کی ظاہری عزت یہ ہے کہ اُس سے مجادلہ نہ کرے اور نہ کبھی کسی ایسے مسئلہ میں بھی جس میں وہ سمجھتا ہو کہ پیر غلطی پر ہیں بحث و حجت نہ کرے اور سالک کو چاہیے کہ پیر کے حضور میں سجادہ نہ بچھائے بجز اُس وقت کے کہ جب نماز پڑھے اور نماز سے فارغ ہونے کے بعد سجادہ لپیٹ کر رکھ دے اور پیر کے سامنے نماز نافلے بہت دیر تک نہ پڑھے پیر جو حکم دے اسکے مطابق عمل کرنے کی حتی الامکان کوشش کرے۔

احترام باطن۔ مگر باطنی عزت یہ ہے کہ جو کچھ ظاہر میں پیر سے سُنے اُس سے باطن میں انکار نہ کرے نہ تو گفتار میں نہ تو کردار میں ورنہ منافق ہوگا۔ اور اگر سالک یہ بات نہ کر سکے تو اسے چاہیے کہ پیر کی صحبت ترک کر دے تاوقتیکہ باطن بھی ظاہر کے موافق ہو جائے۔

چھٹا۔ یہ کہ سالک کے لیے لازمی ہے کہ وہ اپنے نفس کو اپنے قابو میں رکھے اور یہ بات اُسے اُس وقت میسر ہوگی جبکہ وہ صحبت بد سے پرہیز کرے تاکہ شیاطین الانس و جن کا قبضہ اسکی ولایت دل سے ہٹ جائے اور شیطانیت کی آلودگی اُس سے دور ہو جائے۔

ساتواں۔ یہ کہ ہر حال میں درویشی و فقر کو تونگری پر ترجیح دے اور اپنا شعار و دثار بنائے اور مندرجہ صدر سات باتیں ایسی ہیں جو سالک راہ خدائے تعالیٰ کے لیے واجب ہیں۔

تصوف

اے فرزند تو نے دریافت کیا ہے کہ تصوف کیا ہے یاد رکھ کہ تصوف دو چیزیں ہیں:- ایک تو خدا کے ساتھ سچائی اور دوسری خلق خدا کے ساتھ نیکی۔ جو شخص خدائے تعالیٰ کے ساتھ سچائی کا سلوک کرتا ہے اور خلق خدا کے ساتھ خوش خلقی اور بُردباری کے ساتھ پیش آتا ہے وہ صوفی ہے اور خدائے تعالیٰ کے ساتھ سچائی یہ ہے کہ اپنے نفس کی لذتوں کو خدا کے حکم پر نثار کر دے اور خلق خدا کے ساتھ خوش خلقی یہ ہے کہ اپنی غرض کی مراد حاصل کرنے کے لیے کسی کی حق تلفی نہ ہونے دے بلکہ اپنی حق تلفی انکی مراد کے لیے ہونے دے تاوقتیکہ ان کی مراد موافق شرع ہو (یعنی دوسرے کی

مُراد کو اپنی مُراد پر مقدم رکھے۔)

بندگی

اے فرزند تو نے دریافت کیا ہے کہ بندگی کیا ہے۔ یاد رکھ کہ بندگی تین چیزوں کا مجموعہ ہے (یعنے بندگی ایک گلدستہ ہے جس میں تین قسم کے پھول اپنی بھینی بھینی خوشبو سے مشامِ دل کو حیاتِ تازہ بخشتے ہیں۔

ایک تو احکامِ شرع کی پابندی دوسری قضا و قدر پر رضا۔ قضائے الٰہی میں خوش رہنا۔ تیسری اپنے اختیار اور خواہش کو چھوڑ دینا۔ اور اختیار و خواہشِ خدائے تعالیٰ میں ہی اپنی بہتری سمجھ کر خوش رہنا۔

توکّل

اے فرزند تو نے دریافت کیا ہے کہ توکل کیا ہے* یاد رکھ کہ توکل یہ ہے کہ خدائے تعالیٰ پر اُن وعدوں کے لیے جو اس نے کیے ہیں یقین واثق رکھ یعنے یہ اعتقاد راسخ رکھ کہ جو کچھ خدا نے تیری تقدیر میں لکھ دیا ہے وہ ضرور تجھے ملیگا۔ اور اگر تجھے کوئی نقصان پہنچتا ہے تو اگر دنیا کی تمام طاقتیں اس نقصان و بلا کو دفع کرنے کی سعی بلیغ کریں تو بھی اسے دفع نہیں کر سکینگی اور جو کچھ تیری تقدیر میں نہیں لکھا گیا ہے وہ تیری جد و جہد و کوشش سے اس جہان میں تجھے ہرگز نہیں مل سکیگا۔

---

* مولانا شبلیؒ "الغزالی" میں صفحہ (۴۰) پر یہ فرماتے ہیں

امام صاحب نے توکل کے جو معنی بیان کیے ہیں وہ ایک وجدانی کیفیت یا حالت ہے اور جو اربابِ ذوق پر طاری ہوتی ہے۔ بے شبہ یہ حالت جس پر طاری ہو جائے وہ ظاہری اسباب سے بے نیاز ہو جائیگا لیکن آج جو لوگ توکل کے مدعی ہیں کیا اس معنی کے لحاظ سے ہیں؟ اگر نہیں ہے تو ان کو [illegible] نذر و نیاز پر زندگی بسر کرنے کا کیا حق ہے۔

امام صاحب نے توکل کی اصلی کیفیت میں بھی یہ جائز نہیں رکھا کہ متوکل شخص اسباب و وسائل سے دست بردار ہو جائے وہ لکھتے ہیں کہ اسباب و وسائل کی تین قسمیں ہیں قطعی، ظنی، احتمالی۔ قطعی اسباب سے قطع نظر کرنا بالکل ناجائز ہے۔

ترجمہ عربی۔ یہ شخص مجنون ہے اور اسکو توکل سے کچھ لگاؤ نہیں کیونکہ مثلاً اگر تم اس بات کے منتظر رہو کہ

اخلاص

اے فرزند تو نے دریافت کیا ہے کہ اخلاص کیا ہے** یاد رکھ کہ اخلاص یہ ہے کہ تیرے تمام کام خدائے تعالیٰ کے لئے ہوں اور جو کام تو کرے اس میں تیرا دل خلق کی طرف مائل نہ ہو اور تیرے دل میں ستائشِ خلق کی خواہش نہ ہو اور نکوہشِ خلق سے تیرا دل پژمردہ نہ ہو۔ اور یاد رکھ کہ ریا خلق کو بزرگ سمجھنے کی وجہ سے پیدا ہوتی ہے اور ریا کا علاج یہ ہے کہ خلق کو قادرِ مطلق کا مطیع و فرمانبردار سمجھے اور ان کو جمادات کے مانند خیال کرے یعنے ایسا خیال کرے کہ جس طرح جمادات میں کوئی ذاتی قدرت اور ارادہ نہیں ہے اور وے تجھے کوئی راحت یا رنج نہیں پہنچا سکتے اسی طرح تمام خلائق کو سمجھ تاکہ تو خدا سے منہ پھیر لینے سے

خدا تم کو روٹی بغیر سعی کے دیگا یا روٹی کو یہ قوت دیدیگا کہ وہ خود تم تک چلی آئے یا کوئی فرشتہ مقرر کردیگا کہ روٹی کو چبا کر تمہارے معدہ میں ڈالدے تو تم نے خدا کی عادت کو بالکل نہیں سمجھا۔"

ظنی میں بھی اسباب سے قطع نظر کرنا توکل میں شرط نہیں یہی وجہ ہے کہ حضرت صلعم سفر میں مسواک مقراض رسی اور ڈول ہمیشہ اپنے ساتھ رکھتے تھے البتہ احتمالی اسباب جن سے کبھی کبھی اتفاقیہ طور سے مقصد حاصل ہو جاتا ہے ان کی تلاش و جستجو میں رہنا توکل کے خلاف ہے۔

ترجمہ عربی۔ خانقاہوں میں مقررہ روزینے پر بسر کرنا توکل سے بعید ہے البتہ اگر سوال نہ کیا جائے اور تحفہ و ہدایا پر قناعت کی جائے تو توکل کے خلاف نہیں ہے لیکن جب شہرت ہو چکی ہو تو خانقاہ بھی بمنزلہ بازار کے ہے اور اس میں رہنا گویا بازار میں رہنا ہے اور جو شخص بازار میں آتا ہے وہ متوکل نہیں کہا جا سکتا مگر اس حالت میں کہ اس میں بہت سی شرطیں پائی جاتی ہیں۔ جیسا کہ ہم اوپر لکھ آئے ہیں۔

** مولانا شبلیؒ "الغزالی" میں صفحہ (۵۵) پر فرماتے ہیں۔

فلسفۂ اخلاق کا سب سے مہتم بالشان مسئلہ یہ ہے کہ اخلاق کی غرض و غایت کیا ہے یعنے ہم کو برائیوں سے کیوں بچنا چاہیے؟ اور کیوں اچھی باتیں اختیار کرنا چاہئیں اور واعظین اور زہاد و عباد کے نزدیک اس کا حاصل صرف دوزخ سے نجات اور بہشت کا حاصل ہونا ہے یہی وجہ ہے کہ واعظین کا وعظ عموماً بہشت کی دلفریبیوں کی پر لطف داستان ہوتی ہے لیکن امام صاحب کے نزدیک یہ ایک پست اور مبتذل خیال ہے بہشت کا حاصل ہونا اور دوزخ سے محفوظ رہنا بے شبہ تقویٰ کا لازمی نتیجہ ہے لیکن یہ چیزیں اصلی مقصد نہیں قرار پا سکتیں بے شبہ ایک عامی اسکو انتہائی آرزو خیال کرتا ہے لیکن بلندیٔ نظر کا یہ اقتضا نہیں اس کی صرف انتہائی

نجات پائے کیونکہ جبتک تو خلق کو قادر اور کوئی بات پیدا کرنے والا سمجھیگا ریا* تیرا پیچھا
نہ چھوڑیگی۔

اے فرزند تیرے باقی سوالات میں سے بعض ایسے ہیں جو میری تصانیف اور
کتب میں لکھے ہوئے ہیں اس جگہ تو ان کو ڈھونڈھ لے اور تیرے بعض سوالات ایسے
ہیں کہ جن کا جواب لکھنا حرام ہے۔

سے کی جائے کہ عاقبت میں اس کا دس گنا عوض ملیگا تو وہ نیکی نہیں بلکہ تجارت ہے۔

امام صاحب نے اخلاص کے بیان میں یہ مقصد نہایت صفائی اور آزادی سے ظاہر کیا ہے۔ ان کے
خاص الفاظ یہ ہیں: —

"رویم کا قول ہے کہ اخلاص کے یہ معنی نہیں کہ کام کا معاوضہ دنیا و آخرت میں کہیں نہ چاہا جائے
رویم کا یہ قول اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ حظ نفس خواہ دنیا میں ہو یا آخرت میں آفت ہے جو عابد اس غرض
سے عبادت کرتا ہے کہ بہشت کے مزے اڑائیگا وہ صاحب غرض ہے عبادت کا مقصود صرف رضائے الٰہی
ہونا چاہیے باقی جو شخص جنت کی امید اور دوزخ کے خوف سے عبادت کرتا ہے وہ فوری نفع کے لحاظ سے مخلص
کہا جا سکتا ہے لیکن درحقیقت وہ شکم پرست اور زن پرست ہے حقیقت یہ ہے کہ جس شخص کے نزدیک صرف
خوف دوزخ نیکی و بدی کی علت ہو اسکو گناہ کے ارتکاب کے بعد ندامت اور خشوع کی کیفیت پیدا نہیں
ہو سکتی اسکی حالت بعینہ ایسی ہوگی جیسے کسی شخص کا کچھ مال نقصان ہو جائے لیکن ندامت اور پشیمانی اور
خشوع سے اسکو واسطہ نہ ہوگا حالانکہ سوز و گداز جو بارگاہ الٰہی میں سب سے زیادہ مقبول چیز ہے انہی چیزوں کا نام ہے"

* امام صاحب نے ریا کو بھی بہت بڑا عیب بتلایا ہے کیونکہ ان کے زمانہ میں جاہلوں کا تسلط ہر طبقہ میں
پایا جاتا تھا اور ہر شخص اس مرض میں مبتلا تھا۔ غزالی نے احیاء العلوم میں لکھا ہے کہ علماء اور زہاد میں بھی یہ
عیب پایا جاتا ہے اور یہ لوگ دین اللہ کو اپنے اغراض خویش کے لیے ایک زینہ بنائے ہوئے ہیں اور
دوسروں کو دھوکہ دینا اور لوٹ لینا ان کے بائیں ہاتھ کا کھیل ہے۔

عمل

تو جو کچھ جانتا ہے اسی کو اپنے عمل میں لا تاکہ جو کچھ تو نہیں جانتا ہے وہ تجھ پر ظاہر ہو جائے
اے فرزند اس کے بعد تجھے جو مشکل درپیش آئے اسکے متعلق مجھ سے سوائے بذریعہ زبان دل
کوئی سوال نہ پوچھنا اور اگر تحقیق وے صبر کرتے یہانتک کہ تم خود انکی طرف نکلتے تو ان کے
لیے بہبودی تھی۔ (۵۵)

خضر علیہ السلام کی نصیحت قبول کرو

پس تو مجھ سے کسی شئے کے بارے میں سوال نہ کر جبتک کہ میں خود تجھ سے اس کا ذکر
نہ کروں جلدی مت کر جب وقت آئیگا تو خود تجھ سے کہا جائیگا اور بتا دیا جائیگا۔
"میں عنقریب تم کو اپنی نشانیاں دکھاؤنگا پس جلدی نہ کرو" تو پیش از وقت کسی
بات یا امر کے بارے میں مت پوچھ کیونکہ جب تو اس مقام پر پہونچ جائیگا تو خود دیکھ لیگا
لیکن یہ بات بیقین سمجھ لے کہ جبتک تو خود نہ چلیگا (منزل مقصود تک) نہ پہونچیگا اور نہ دیکھیگا
"کیا انھوں نے زمین کی سیر نہیں کی تاکہ وے دیکھتے" (۵۸) اے فرزند خدا کی قسم اگر تو سیر کریگا
(یعنی کسی کام میں جد و جہد کریگا) تو ہر منزل میں عجیب چیزیں دیکھیگا۔ ہر کام میں جان قربان کر دے
کیونکہ بلا جاں نثاری کے کوئی کام پورا نہیں ہوتا۔ مصر کے رہنے والے بزرگ ذوالنون رحمۃ
نے اپنے ایک شاگرد سے کہا۔ اگر تجھ میں ہمت اور طاقت ہے کہ اپنی روح کو قربان کر سکتا
ہے تو آگے بڑھ اور اگر نہیں کر سکتا تو صوفیوں* کے کلام اور شیخی کی باتوں میں نہ لگ

---

* صوفیہ قدس اللہ سرہم کے بارہ میں امام صاحب نے ہر جگہ تعریف و توصیف لکھی ہے
رسالہ "منقذ من الضلال" آپ کی خود نوشت سوانح عمری ہے جس نے فیلسوفوں کو دریائے حیرت
میں غرق کر دیا ہے۔ ہم کچھ امام غزالی ترجمہ رسالہ "منقذ من الضلال" میں سے چند سطور نقل کرتے ہیں
"جب میں ان علوم (علم کلام، فلسفہ، منطق، طبعیات، الٰہیات وغیرہ) سے فراغت پا چکا تو
صوفیائے کرام قدس اللہ سرہم کے طریق کی طرف متوجہ ہوا تب میں نے جانا کہ طریق علم اور عمل دونوں

اے فرزند میں اپنی بات کو مختصر کرتا ہوں اور تجھے آٹھ باتیں نصیحت کرتا ہوں ان میں سے چار تو "نا کردنی" ہیں اور چار "کردنی" تاکہ علم قیامت میں تیرا دشمن نہ ہو۔

سے پورا ہوتا ہے اور ان کے عمل کا نتیجہ اور حاصل یہ ہے کہ عقبات نفس کے قطع ہو جاتے ہیں اور وہ اخلاق اور صفات خبیثہ سے منزہ اور مبرا ہو کر اخلاق محمودہ اور صفات حمیدہ سے آراستہ و پیراستہ ہو جاتا ہے اور دل غیر اللہ تعالیٰ سے خالی ہو کر ذکر اللہ تعالیٰ سے متجلی ہو جاتا ہے اور چونکہ مجھ کو ان کے عمل کی بہ نسبت ان کے علم کا مرحلہ طے کرنا سہل و آسان تھا اس لیے میں نے پہلے ان کا علم تحصیل کرنا ان کی کتابوں کا شروع کیا (یہاں کتابوں کے نام دیے ہیں) اور جہاں تک ان کے طریق کی تحصیل تعلم اور سماع کے ذریعہ سے ممکن تھی میں نے حاصل کر لی لیکن اس سے مجھ کو ثابت ہو گیا کہ ان کے اصل خواص اور لطائف تعلم سے حاصل نہیں ہو سکتے ذوق اور حال سے اور اپنی صفات کے بدلنے سے حاصل ہو سکتے ہیں (صفحہ ۶۲ و ۶۳)

بعد ازیں تھوڑے عرصہ کی ریاضت اور اعتکاف کے بعد امام صاحب تحریر فرماتے ہیں:۔

اس عرصہ میں مجھے یقیناً معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے راستہ پر چلنے والے صوفیائے کرام ہی ہیں اور انہی کی سیرت و عادت سب سے افضل ہے انہی کا طریقہ اور راستہ سب راستوں سے سیدھا ہے۔ انہی کے اخلاق سب اخلاق سے پاکیزہ ہیں (صفحہ ۷۱)

تصوف سے متعلق مولانا شبلی صاحب کا خلاصہ ملاحظہ ہو:۔

تصوف کی حقیقت جو امام صاحب نے بیان کی ہے اس کا خلاصہ یہ ہے:۔ تصوف شریعت کی طرح دو چیزوں پر مرکب ہے علم و عمل لیکن فرق یہ ہے کہ شریعت میں علم کے بعد عمل پیدا ہوتا ہے تصوف میں بخلاف اسکے عمل کے بعد علم پیدا ہوتا ہے۔ اس اجمال کی تفصیل یہ ہے۔ انسان کو اشیاء کا جو ادراک ہوتا ہے اس کا عام طریقہ یہ ہے کہ استنباط، استدلال، تعلیم و تعلم سے حاصل ہوتا ہے لیکن کبھی ایسا ہوتا ہے کہ غور و فکر کے بغیر دفعۃً ایک شے کا ادراک ہو جاتا ہے اور کچھ معلوم نہیں ہوتا کہ کہاں سے ہوا اور کیونکر ہوا؟ اصطلاح تصوف میں اس کا نام "الہام" ہے۔

اس قسم کا ادراک صرف مجاہدہ اور تزکیۂ نفس سے ہوتا ہے جس کا طریقہ یہ ہے کہ انسان پہلے تمام تعلقات سے کنارہ کش ہو یعنی اہل و عیال، دوست و احباب، جاہ و دولت کسی چیز سے وابستگی باقی نہ رہے اسکے بعد ایک گوشہ میں بیٹھ کر

نا کردنی اول

یہ کہ تجھے چاہیے کہ جہاں تک ممکن ہو مناظرہ * نہ کرے اور پرہیز کر اور نہ کسی سے کسی مسئلہ میں جو معرض بحث میں ہو حجت نہ کرے کیونکہ اس طرز عمل میں بہت آفات ہیں اور اس کا نقصان اسکے فائدہ سے بہت زیادہ ہے کیونکہ یہ عادت (مناظرہ کرنے کی) تمام اخلاق ذمیمہ کا سرچشمہ ہے۔ مثلاً ریا، حسد، کبر، حقد، عداوت و شیخی وغیرہ اور اگر کوئی مسئلہ تیرے اور کسی دوسرے شخص کے درمیان یا کسی قوم کے درمیان واقع ہو اور تو یہ چاہے کہ جو کچھ سچ بات ہے وہ ظاہر ہو جائے تو اس نیت سے مناظرہ کرنا واجب ہوتا ہے تاکہ اس مسئلہ سے متعلق بحث ہو سکے اور اس نیت کی سچائی کی دو نشانیاں ہیں۔

خدا کی طرف اس طرح متوجہ ہو کہ کسی کا مطلقاً خیال نہ آنے پائے اسکے ساتھ زبان سے اللہ اللہ کہتا جائے رفتہ رفتہ یہ مشق اس قدر بڑھ جائے کہ زبان کو حرکت نہ ہو اور تصور میں زبان سے اللہ اللہ کا لفظ نکلتا جائے پھر یہ تصور جاتا رہے اور صرف اللہ کا لفظ دل سے متصل رہ جائے پھر یہ تصور اس حد تک پہونچ جائے کہ صرف صورت کا خیال جاتا رہے اور اللہ کا تصور دل میں اس طرح اثر کر جائے کہ کسی وقت جدا نہ ہونے پائے۔ جب یہ حالت پیدا ہو جائیگی تو بکثرت شعشعہ ہوگا ابتدا میں برق خاطف کی طرح نکل جایا کریگا پھر ترقی ہوتی جائیگی اور ثبات اور دوام حاصل ہوگا (احیاء العلوم جلد دوم بیان الفرق بین الالہام والتعلیم بحوالہ الغزالی ۱۹۲۳ء) از مولانا شبلی صفحہ ۹۱۔

* امام صاحب کے زمانہ میں مناظرہ و مجادلہ کا بازار بہت گرم تھا اور اس آگ کی چنگاریاں علماء و فضلاء کے دلوں کو بھی خاکستر بنائے ہوئے تھیں۔ یہاں ہم مولانا شبلی صاحب کی رائے مختصر درج کرتے ہیں:۔ "اخلاق کی خرابی کا ایک بڑا سبب مناظرہ اور مجادلہ کا رواج تھا دوسری صدی میں اس کی ابتدا ہوئی تھی رفتہ رفتہ اس کا عام رواج ہو گیا .... مناظرہ کا طریقہ اس قدر لازمی ہو گیا تھا کہ جب امام صاحب دوبارہ بغداد میں طلب کیے گئے تو اسی بنا پر انہوں نے انکار کیا کہ وہاں مناظرہ کے بغیر چارہ نہیں اور میں اب مناظرہ سے توبہ کر چکا ہوں۔"

یہ طریقہ اگرچہ علم و فن کی وسعت اور ترقی کے لیے مفید تھا لیکن رفتہ رفتہ اس نے بہت سی اخلاقی برائیاں پیدا کر دی تھیں۔ امام صاحب نے خاص اس مسئلہ پر احیاء العلوم میں ایک جداگانہ عنوان قائم کیا جس کے الفاظ یہ ہیں:۔

اُس سے منہ موڑ لیں" پس اس شخص سے منہ پھیر لے (یعنی قطع تعلق کر لے) جس نے ہمارے ذکر سے منہ پھیر لیا اور سوائے دنیا کی زندگی کے کوئی دوسرا ارادہ نہ کیا"۔ اور حاسد جو کچھ کرتا ہے اُس سے وہ اپنے ہی خرمن میں آگ لگاتا ہے "اور حسد نیکیوں کو اس طرح کھا جاتا ہے جیسے آگ ایندھن کو"۔ (۶۴)

دوسرا بیمار۔ وہ ہوتا ہے جس کی بیماری حماقت سے ہوتی ہے اور یہ بھی لا علاج ہے حضرت عیسیٰ پیغمبر صلوات اللہ علیہ نے فرمایا کہ میں مردہ کو زندہ کرنے سے عاجز نہیں ہوا مگر احمق کا علاج کرنے سے عاجز ہو گیا اور ایسا شخص ہوتا ہے جو صرف تھوڑی مدت طالب علمی میں مشغول رہا ہو اور علوم نقلی اصلاً شروع بھی نہ کیے ہوں مگر ان علمائے بزرگ پر جنہوں نے اپنی تمام عمر علوم عقلی و شرعی حاصل کرنے میں صرف کی ہو اعتراض کرتا ہے اور اتنا نہیں سمجھتا کہ جو اعتراض اُس کے اور نہ دوسرے عالم کے دل میں آیا ہے وہ اس عالم بزرگ کے دل میں بھی آیا ہوگا پس اتنا نہیں سمجھتا کہ جو اعتراض وہ اس عالم کی بات پر کرتا ہے اس بات میں کچھ گہرائی ہے جسے اُس عالم نے سمجھا بوجھا ہے اور نہ تو وہ خود اور نہ وہ دوسرا عالم اسکے کنہ تک پہنچے ہیں جب اتنی بات اپنے دل میں خیال نہیں کرتا تو یہ اسکی حماقت اور نادانی ہوتی ہے۔ ایسے شخص سے بھی منہ پھیر لینا چاہیے اور مجھے اسکی بات کا جواب دینے میں مشغول نہ ہونا چاہیے۔

تیسرا بیمار۔ وہ ہے جو سیدھی راہ کا طالب ہے اور بزرگوں کے اقوال میں سے جو کچھ وہ نہ سمجھے اسے اپنی ہی فہم کا قصور سمجھے اور جو کچھ دریافت کرے وہ بھی فائدہ کے لیے دریافت کرے مگر وہ بلند نظر نہ ہو اور اسکی فہم حقایق کے سمجھنے میں قاصر ہو تو ایسے شخص کی بات کا جواب دینے میں بھی مشغول نہ ہونا چاہیے کیونکہ پیغمبر صلعم نے فرمایا ہے: "ہم انبیاء کے گروہ ہیں جن سے ہمیں اور ہم کو حکم ہے کہ لوگوں سے جو باتیں کہیں وہ انکی عقلوں کے موافق ہوں" یعنی ہم انبیاء ہیں اور ہمیں ایسا ارشاد ہوا ہے کہ لوگوں سے صرف وہی باتیں کہیں کہ جو انکی فہم سمجھ سکے اور جو بات سننے کی ان میں طاقت نہ ہو وہ ہم خود ان سے نہ کہیں۔

چوتھا بیمار وہ ہے جو راہ راست کا طالب ہو اور زیرک اور فہیم اور عاقل بھی ہو یعنی غصہ ورنہ ہو اور شہوت اور حسد اور جاہ و مال کی محبت بھی نہ رکھتا ہو اور راہ راست کا طالب و جویندہ ہو اور جو سوال اور اعتراض کرے وہ بخیال عیب جوئی و بدگوئی اور امتحان اور حسد نہ کرے بصرف ایک یہ بیمار علاج پذیر ہوتا ہے مگر اُس کی باتوں کا جواب دینے میں تو مشغول ہو تو روا بلکہ واجب ہوگا۔

دوسری ناکردنی

یہ ہے کہ وعظ دینے اور ذکر کرنے سے پرہیز کر کیونکہ اس میں بہت آفتیں ہیں اگرچہ تو یہ سمجھتا ہو کہ جو کچھ تو کہتا ہے وہ پہلے تو نے خود عمل کر کے دیکھا ہے اور اس بات پر غور کر جو عیسیٰ علیہ السلام سے کہی گئی تھی۔ "اے ابن مریم (عیسیٰ) اپنے نفس کو نصیحت دے جب تو خود نصیحت اختیار کرلے تب لوگوں کو نصیحت کر ورنہ اپنے رب سے حیا مانگ"۔ (۶۶)

نصیحت بہ واعظ

تذکیر کی تعریف پس اگر تو اس کام میں مبتلا ہو تو دو چیزوں سے پرہیز کر۔ ایک یہ کہ کوئی بات کہنے میں تکلف نہ کر یعنی عبارات اور اشارات اور نکات اور فخریہ باتیں اور ابیات اور اشعار استعمال نہ کر کیونکہ خدا تعالیٰ ان لوگوں کو جو تکلف کرتے ہیں دشمن رکھتا ہے اور جب تکلف حد سے زیادہ ہو جاتا ہے تو وہ خرابی باطن اور غفلت دل کی علامت ہوتی ہے کیونکہ ذکر کرنے کے معنی یہ ہیں کہ مصیبت آخرت اور آتش دوزخ کا ذکر کرے اور خدمت خدا تعالیٰ میں جو غفلت عمر گزشتہ میں کی ہے اس کا خیال کرے۔ اُن آفات و بلیات کا جو اسکی راہ میں ہیں اور جن میں سے ایمان صحیح و سالم لیجانا ہے بیان کرے اور ملک الموت کے پنجہ سے رہائی پانے کی تدبیر بتائے اور منکر و نکیر کے سوالات کی یاد دلائے قیامت اور اسکے مواضع اور جھگڑے اور حساب اور ترازو (میزان عدل) اور پل صراط اور اس پر سے گزرنے اور قیامت کی پُر خوفناک باتوں کی وضاحت کرے۔ ان سب مصیبتوں کی آگ اسکے دل میں لگ جاتی ہے اور ان

آفات و مصائب کی طرف توجہ کرنے کو تذکیر کہتے ہیں۔

وعظ کا مفہوم اور خلق کو ان سب باتوں کی آگاہی دینا اور انہیں اُن کے قصور اور نفس کے عیوب سمجھا دینا تاکہ اس آگ اور مصیبت کی حرارت سامعین کے دل میں لگ اٹھے اور وہ اپنی گزشتہ عمر کی تلافی جس قدر کہ ممکن ہو کریں اور اُس وقت کے لیے جو طاعت الٰہی میں بسر نہیں ہوا ہے معافی مانگیں اور افسوس کریں۔ یہ سب اس طریقہ پر جیسا کہ ہم نے کہا علم وعظ کہلاتا ہے اسکی مثال ایسی ہے کہ اگر سیلاب کسی کے مکان کے دروازہ تک پہنچ جائے اور یہ خوف ہو کہ ذرا سی دیر میں گھر گر پڑیگا اور اسکے مکین غرق ہو جائینگے تو اُس گھر کا مالک چلاتا ہے اور کہتا ہے اے بچو ہٹو اور دور رہو! بھاگو سیلاب آیا اُس وقت جبکہ وہ شخص یہ بات کہتا ہے تو اسے یہ ہمت نہیں ہوتی کہ اس بات کو تکلف اور عبارت آرائی کے ساتھ کہے اور نکات اور اشارات استعمال کرے واعظ کی مثال اہل دنیا کے ساتھ اُس مالک اور اسکے بچوں کی سی ہے۔

دوسری بات یہ ہے کہ وعظ کہتے وقت تو اپنے دل کو اس خیال پر نہ جما اور نہ اسکی خواہش کر کہ سامعین تیری مجلس میں نعرہ لگائیں اور خود کو بھول جائیں اور وجد میں آجائیں اور رادھوے کریں اور کپڑے پھاڑ ڈالیں اور مجلس میں شور و غوغا برپا کریں تاکہ مردہ لوگ کہیں کہ کیا اچھی مجلس ہے بلکہ تجھے صرف یہ خیال ہونا چاہیے کہ جو لوگ دنیا کے دام میں پھنسے ہوئے ہیں انہیں آخرت کی طرف رہنمائی کرے اور گناہ سے طاعت کی طرف حرص سے زہد کی طرف بخل سے سخا کی طرف ریا سے اخلاص کی طرف۔ کبر سے تواضع کی طرف غفلت سے بیداری کی طرف اور غرور سے تقویٰ کی طرف۔ انہیں راغب کرے۔ اُن کے دل میں آخرت کی محبت اور دنیا کی نفرت پیدا کرے اور ان کو خدائے تعالیٰ کے رحمت و کرم سے مغرور نہ بنا بلکہ انہیں نجات اور پرہیزگاری کا مفہوم سکھا اور یہ امر دیکھ کہ اُن کی توجہ کس طرف مبذول ہے کیا وہ رضائے خدا کے خلاف ہے؟ اور اُن کے دل کا قبلہ کیا ہے کیا وہ خلاف شرع مصطفوی ہے؟ اور برے احوال و اخلاق میں سے ان پر کیا غالب ہے اور اُن کو اُن باتوں سے ہٹا کر راستی کی طرف مائل کر جسکے دل پر معرفت غالب ہو اُسے رجا و امید کی بشارت دینی چاہیے جب سامعین تیری مجلس سے اُٹھیں تو اُن کے دل کی صفائی کچھ تو بدلی ہوئی ہو اور ظاہری معاملہ کچھ تو تغیر پذیر ہوا ہو اور ان لے اطاعت الٰہی میں جو لیت و لعل و سستی کی ہو اسکے لیے ذرا خوف محسوس کریں علم وعظ و تذکیر در حقیقت یہ ہے اور جو وعظ ایسا نہیں ہوتا ہے وہ کہنے والے اور سننے والے دونوں کے لیے ایک طرح کا وبال ہوتا ہے بلکہ کہنے والا ایک غول بیابانی اور شیطان ہوتا ہے جو خلق کو گمراہ کرتا ہے اور ان کو مار ڈالتا ہے اور ہمیشہ کے لیے اُن کو شقاوت اور عذاب میں مبتلا کر دیتا ہے خلق کو واجب ہے کہ ایسے واعظین سے دور بھاگیں کیونکہ وہ فساد جو وہ پیدا کرتے ہیں خلق کے دین میں کوئی شیطان بھی نہ کریگا اور جس شخص کو اختیار حاصل ہو اُس پر واجب ہے کہ ایسے واعظین کو منبروں سے اتار لے اور انہیں وعظ کہنے سے باز رکھے کیونکہ یہ کام بھی امر معروف اور نہی منکر میں سے ایک ہے۔*

تیسری ناکردنی

یہ ہے کہ کسی بادشاہ یا امیر کو سلام نہ کر اور ان سے ہم نشینی اور میل جول پیدا نہ کر بلکہ اُن کے پاس بھی نہ جا کیونکہ اُن سے ملنے، ہم نشینی اور میل جول میں بہت آفات ہیں اور اگر تو اُنکی صحبت کے گرداب میں پھنس جائیگا تو ان کی خوشامد، مداحی، ثنا خوانی اور درد بالی کریگا اور اگر اُن میں سے کوئی تجھ سے ملنے کے لیے آئیگا تو بھی یہی بات ہے۔ کہ بتحقیق اللہ تعالیٰ ناراض ہوتا ہے

---

* واعظین سے متعلق یہی امام صاحب نے احیاء العلوم و کیمیائے سعادت وغیرہ اپنی ضخیم تصنیفات میں بہت کچھ لکھا ہے۔ یہاں ہم مولانا شبلی کے الفاظ نقل کرتے ہیں جن سے ظاہر ہوگا کہ ہماری کتاب کا یہ باب "احیاء العلوم" کے باب کا خلاصہ ہے۔

ایک گروہ ہے جو وعظ و پند میں مصروف ہے اور خوف و رجا صبر و شکر توکل و زہد۔ یقین و اخلاص صدق وغیرہ مضامین کو نہایت موثر طریقہ سے ادا کرتا ہے لیکن خود ان باتوں سے اکثر خالی ہے (او خود گم است کرا رہبری کند" ظاہر ہے کہ ایسے واعظین کا اثر سامعین پر کیا ہوتا ہوگا۔ ایڈیٹر) ایک گروہ ہے جس نے وعظ میں عبارت آرائی۔ رنگینی۔ اشعار خوانی قصہ گوئی کا طریقہ اختیار کیا ہے تاکہ مجلس میں خوب ہو حق ہو اور مجلس وجد میں آجائے [مولانا شبلی نعمانی نے یا الفاظ "احیاء العلوم"

جب کسی بدکار اور ظالم کی تعریف کی جاتی ہے اور جو شخص ظالم کی عمر کی درازی کے واسطے دعا کرتا ہے تو گویا اُس نے یہ بات پسند کی کہ اللہ تعالیٰ کا غضب اُس زمین میں آئے۔

چوتھی ناکردنی

یہ کہ اُن سے کوئی چیز قبول نہ کر اور اگرچہ تو یہ جانتا ہو کہ جو کچھ وہ تجھے دیتے ہیں مال حلال ہے کیونکہ اُن کے مال کی طمع کرنا فسادِ دین کا سبب ہے اور اس چرب زبانی اور اُنکی رعایت کے خیال سے اُن کے ظلم میں موافقت اور فسق و فجور میں شرکت پیدا ہوتی ہے اور اِن سب باتوں سے دین میں خلل پیدا ہوتا ہے اور اس سے جو کم سے کم نقصان پیدا ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ تو اُن کو اپنا دوست بناتا ہے اور جو شخص کسی سے محبت رکھتا ہے وہ ضرورۃً اسکی درازیِ عمر کی خواہش کرتا ہے اور اس طرح بقائے ظالم اور بربادیِ عالم کی خواہش کرتا ہے اور اس سے بدتر کیا ہوگا۔ خبردار۔ خبردار کہ شیطان تجھے گمراہ نہ کردے اور اپنا رفیق و پیرو نہ بنالے اور جیسا کہ بعض لوگ تجھ سے کہتے ہیں کہ یہ بہتر ہے کہ تو یہ مزد اُن سے لیکر فقیروں اور مستحقین کو دیدے اور اُن کو آرام پہونچائے ضرورۃً تو اُس مال کو خرچ کرے تو نیکی کرنے میں خرچ کر کیونکہ وہ جب خرچ کرتے ہیں تو فسق و فجور میں خرچ کرتے ہیں (یہ کہنا بھی کچھ درست نہیں) کیونکہ شیطان نے اس طریقہ سے بہت خلق کا خون بہایا ہے اور اس بات کی بہت

ہیں سے ترجمہ کر کے لکھے ہیں اور ہماری کتاب میں بھی قریب قریب یہی الفاظ ہیں۔ اس سے بھی ظاہر ہوتا ہے کہ یہ کتاب امام صاحب کی خلاصۃ التصانیف ہے (ایڈیٹر)]

فھولاء شیاطین الانس ضلوا واضلوا عن سواء السبیل وھم وعاظ اھل الزمان کافۃ الا من عصمہ اللہ علی اللندرۃ فی بعض اطراف البلاد۔

ترجمہ:۔ یہ لوگ شیاطین الانس ہیں جو خود گمراہ ہیں اور دوسروں کو گمراہ کرتے ہیں۔ آج کل کے زمانہ کے تمام واعظ ایسے ہی ہیں مگر اُن کوئی شخص شاذونادر کسی کونے میں سکتا ہے (الغزالی از مولانا شبلی صفحہ ۱۰۶ و ۱۰۷)

آفات ہیں اور ہم نے کتاب احیاءِ علومُ الدین میں لکھا ہے وہاں دیکھ لے۔

ان چار چیزوں سے پرہیز کر کہ یہ ناکردنی ہیں۔ مگر جو کردنی ہیں وہ بھی چار ہیں تجھے چاہیے کہ ان کو یاد رکھے۔

پہلی کردنی

یہ ہے کہ تیرے اور خدا تعالیٰ کے درمیان جو معاملہ ہوتا ہے اُسے اس طرح کر کہ اگر تیرا زرخرید غلام تیرے حق میں وہی سلوک کرے تو تجھے رنج نہ ہو اور تو اسے پسند کرے اور مناسب سمجھے اور اُس پر غضبناک نہ ہو کیونکہ تجھے چاہیے کہ تو جو کچھ اپنے غلام سے اپنے حق میں پسند کرتا ہے اور مناسب سمجھتا ہے وہی اپنی جانب سے خدا تعالیٰ کے حق میں پسند کرے کیونکہ حقیقت یہ ہے کہ تیرا غلام تو دراصل تیرا غلام نہیں ہے بلکہ تیرا درم خریدہ غلام ہے اور تو اس خدا کا حقیقی غلام ہے جس نے تجھے پیدا کیا ہے اور تجھے زیورِ حیات سے آراستہ کیا ہے۔

دوسری کردنی

یہ ہے کہ تیرے اور خلقِ خدا کے درمیان جو معاملہ ہوتا ہے اس میں خلق کے ساتھ ایسا برتاؤ کر کہ اگر وہ تیرے ساتھ کریں تو تو اسے پسند کرے اور مناسب خیال کرے اور اس سے رنجیدہ نہ ہو۔ آنحضرت رسولِ مقبولؐ نے فرمایا ہے:—

"بندہ کا ایمان اُس وقت تک کامل نہیں ہوتا ہے جبتک کہ وہ تمام لوگوں کے لیے بھی وہی بات پسند نہیں کرتا جو وہ اپنے نفس کے لیے پسند کرتا ہے"۔*

* امام صاحب کی یہ نصیحت نہایت قیمتی ہے۔ "نصیحت کہ شاید نبشتن بزر" ہر مذہب و ملت کے بزرگوں نے بھی یہی نصیحت عوام کو دی ہے۔ کیونکہ اس پر عمل کرنے سے دنیا میں بہبودگی اور بہتری کی خوبی اور خوشنودی کی روشنی پھیل جاتی ہے۔ مولانا محمد اسمٰعیل نے اسی خیال کو نظم کا جامہ پہنایا ہے:—

"کبھی بھول کر کسی سے نہ کرو سلوک ایسا
جو اگر وہ تم سے کرتا تمھیں ناگوار ہوتا"

تیسری کردنی

یہ ہے کہ جب تو کسی علم کا مطالعہ کرے اور اُسے پڑھے تو تجھے چاہیئے کہ صرف وہ علم پڑھے جس میں تو اُس وقت مشغول ہوگا جبکہ تو یہ جان لے کہ میری عمر اب ایک ہفتہ سے زیادہ باقی نہیں رہی ہے اور یہ ظاہر ہے کہ اگر تو یہ جان لے کہ تیری عمر اب ایک ہفتہ سے زیادہ باقی نہیں رہی ہے تو تو اس ہفتہ میں علم جدال و اصول فقہ و کلام وغیرہ میں مشغول نہ ہوگا کیونکہ اس ہفتہ میں یہ علوم تجھے نجات و رستگاری نہ دلا سکینگے بلکہ تو مراقبت دل (تزکیہ نفس) اور اپنی صفات کی معرفت میں مشغول ہوگا اور روح کو تعلقات دنیاوی اور اخلاق ذمیمہ سے پاک کریگا اور خدا تعالیٰ کی معرفت اور اخلاق حسنہ سے خود کو آراستہ کریگا اور عبادت و بندگی میں مشغول ہوگا۔ مگر تو یہ سب مناسب سمجھتا ہے کیونکہ بات فی الحقیقت ایسی ہی ہے کہ کوئی دن یا رات ایسی نہیں گزرتی جب یہ ممکن نہ ہو کہ اُس دن یا اُس رات تو اس دار غرور کو چھوڑ کر دار پایدار کو چلا جائے یہ بات سن اور اسے سچ سمجھ اور اس میں غور و خوض کر اور اس پر عمل پیرا ہو تا کہ تو ضرور نجات و رستگاری سے سرفراز ہو۔ اگر تجھے خبر دیں اور کہیں کہ آئندہ ہفتہ میں بادشاہ تیرے سلام کو آئیگا تو میں جانتا ہوں کہ تو اس ہفتہ میں کسی فضول کام میں مشغول نہ ہوگا۔ یہ کیوں؟ اسکی وجہ یہ ہے کہ میں جانتا ہوں کہ اُس ہر چیز کو جس پر بادشاہ کی آنکھ پڑیگی تو پاک و صاف کریگا اور قرینہ سے جما کر آراستہ اور مزین کریگا خواہ وہ جسم ہو یا جامہ گھر ہو یا فرش اب اس امر پر غور کر اور یاد رکھ کہ میں کس بات کی طرف اشارہ کر رہا ہوں تو عقلمند ہے اور "عقلمند اں را اشارہ کافی ست"۔

پیغمبر صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم فرماتے ہیں :۔

"فی الحقیقت عالم السر و الخفیات تمھاری صورتوں کی طرف نہیں دیکھتا ہے اور نہ تمھارے کاموں کی طرف بلکہ وہ تمھارے دلوں اور نیتوں کو دیکھتا ہے" (۴)

اب اگر تو چاہتا ہے کہ احوال دل کی حقیقت جانے تو کتاب احیاء اور ہماری دیگر تصانیف میں ڈھونڈ لے اور یہ تمام مسلمانوں پر فرض عین ہے اور دیگر علوم فرض کفایتی ہیں مگر اُسی قدر کہ اُن سے خدا تعالیٰ کے حکم کی پابندی کر سکیں خدائے عز و جل تجھے توفیق دے تاکہ تو اسے حاصل کر سکے۔

چوتھی کردنی

یہ کہ اہل و عیال کے لیے مال دنیا سے ایک سال سے زیادہ کا سامان معیشت حاصل نہ کر اور رسول خدا صلعم اپنے ازواج عصمت مآب میں سے بعض کے لیے صرف ایک سال کا سامان معیشت جمع کرتے تھے اور کہتے تھے۔ "اے اللہ آل محمد کے واسطے کفاف مہیا کر۔" اور آنحضرت جمیع ازواج مطہرات کے واسطے ایک سال کا کفاف جمع نہیں کرتے تھے بلکہ صرف اُنھیں کے واسطے ایک سال کے لیے جمع کرتے تھے جن کی بابت آپ کو معلوم تھا کہ وے کمزور و ضعیف ہیں مگر جن کو کہ آپ جانتے تھے کہ یہ صاحب یقین ہیں اُن کو ایک دن کا کفاف بھی نہ دیتے تھے۔ مثلاً حضرت عائشہ رض اور دیگر ان کے مانند۔

اے فرزند اس فصل میں میں نے تیری تمام باتوں کا جواب لکھ دیا ہے تجھے چاہیئے کہ ان سب نصیحتوں پر عمل کرے اور اس درمیان میں مجھے آزاد کریگا اور میرے حق میں بھی دعا کریگا۔ مگر تو نے جو دریافت کیا ہے کہ دعا کون سی اچھی ہے دعائیں کتاب صحاح میں کئی لکھی ہوئی ہیں تجھے چاہیئے کہ اُس میں سے یاد کرے اور اسی طرح طریق اہل البیت میں اچھی دعائیں ہیں وہاں سے ڈھونڈ لے اور یہ ایک دعا ہمیشہ پڑھا کر خصوصاً ہر نماز کے بعد ضرور پڑھ۔ وہ دعا یہ ہے :۔

"اے اللہ میں تجھ سے سوال کرتا ہوں سب نعمتوں کے لیے اور دوام عصمت

کے لیے اور رحمت شامل کے لیے اور حصول عافیت کے لیے اور احسان کامل کے لیے اور انعام عام کے لیے اور فضل شیریں تر کے لیے اور لطف قریب اور علم نافع کے لیے۔ اے اللہ تو ہمارے واسطے ہو (مہربان ہو) اور ہمارے اوپر نہ ہو (مواخذہ نہ کر) اے اللہ ہماری عمریں سعادت کے ساتھ ختم کر اور دونوں جہاں میں ہمارے اعمال ثابت کر اور ہماری بھیجیں اور ہماری شام میں آرام کے ساتھ گذار اور اپنی رحمت کی طرف ہماری بازگشت کر دے اور ہمارے انجام اور ہمارے گناہوں کے اوپر اپنی معافی کا ابر برسا۔ اور ہمارے عیوب کی اصلاح کر کے ہم پر منت کر اور تقویٰ اور پرہیزگاری ہمارا توشہ کر۔ اور ہماری کوشش تیرے دین میں ہو۔ ہم کو راہِ راست پر ثابت قدم بنا۔ اور ہم کو قیامت کے دن اسباب ندامت سے بچا اور ہم سے گناہوں کا بوجھ ہلکا کر دے اور ہم کو نکوکار بزرگوں کی زندگی نصیب کر اور کافی کر۔ اور ہم سے شر اور بدی کی برائی پھیر دے اور اپنی رحمت سے ہماری گردنیں اور ہمارے باپوں (اجداد) اور ماؤں کی گردنیں (دوزخ کی) آگ سے آزاد کر اے رحمت کرنے والوں سے بہت زیادہ رحم کرنے والے۔

تمت بالخیر

فرہنگ

الفاظ مشکلہ و توضیح آیات شریفہ

نمبر صفحہ فارسی متن	نمبر شمار الفاظ یا فقرہ	
۳۱	۲	منہیات۔ منع کیے ہوئے کام یعنے گناہ
۳۱	۳	مستغنی۔ لاپرواہ (غنی = آزاد۔ مالدار)
۳۲	۴	موکدتر۔ زیادہ مضبوط
۳۳	۸	کشکاب۔ کشکاو = آب جو سکنگبین (سرکہ انگبیں) سکنجبین ایک دوا کا نام
۳۳	۹	ال.........سی یہ آیت سورۂ نجم رکوع نمبر ۳ آیت نمبر ۴۲ ہے دیکھیے قرآن مجید۔ محمد علی صفحہ ۱۰۱۹
۳۳	۱۰	فمن کان ..... عملاً صالحاً سورۂ کہف رکوع ۱۲ آیت ۱۱۰ صفحہ ۶۰۸ + ان الذین ..... فیھا۔ آیت ۱۰۷ صفحہ صدر (محمد علی)
۳۴	۱۲	یہ آیت سورۂ اعراف۔ رکوع ۷۔ آیت نمبر ۵۹ ہے قرآن مجید (محمد علی) صفحہ ۳۴۰ +
۳۷	سطر ۱۳	تشریق۔ مشرق کی طرف جانا۔ مشرق کی طرف منہ کرنا۔ نماز عید پڑھنا۔

نمبر صفحہ فارسی متن	نمبر شمار لفظ یا فقرہ	
٣٧	سطر ١٣	ایام التشریق۔ روز نحر کے بعد کے تین دن۔ یعنی مکہ معظمہ میں قربانی کی رسم کے بعد کے تین دن۔
٣٧	٢٥	اُثوم۔ گنہگار۔ (اثم = گناہ)
٣٨	٢٦	شطح۔ شریعت کے خلاف کلمات زبان پر لانا۔ صلیبن الٰہی کو بے اختیاری کی حالت میں کوئی کلمہ زبان پر لانا جو بظاہر خلاف شرع معلوم ہو۔ جیسے شیخ منصورؒ کا انا الحق کہنا
″	٢٧	طامات و ترہات۔ لاف و گزاف آمیز باطل باتیں کہنا۔ ڈینگ مارنا
″	٢٨	مستحیلات۔ ناممکن باتیں۔
″	٢٩	عنّی۔ نامرد
٣٩	٣٠	توبۂ نصوح۔ ایسی توبہ جو پھر کبھی راہ راست سے ہٹ نہ جائے۔ مجازاً عزم بالجزم۔ نصوح ایک شخص کا نام ہے جو عورتوں کے لباس میں رہتا تھا۔ ایک حادثہ سے توبہ کی۔ امام صاحب نے اس کی کہانی احیاء العلوم میں دی ہے۔
٣٩	سطر ٥	اُسَرہ۔ جمع اِسارہ۔ بیڑیاں۔
٤١	٣٤	وامامن ...... الماوٰی۔ یہ آیت سورۂ نازعٰت رکوع ٢ آیت نمبر ٤٠-٤١ ہے قرآن مجید (محمد علی ص ١١٥٩) اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ خواہشات بد سے بچنا ہی بہشت میں جانے کا خاص ذریعہ ہے۔
٤٦	٣٥	بوتۂ مجاہدہ۔ (بوتہ = سونا یا چاندی پگھلانے کی کٹھالی + مجاہدہ = رنج و مشقت۔ سعی و کوشش۔ یعنی ریاضت و محنت جو سالک کو اخلاقِ ذمیمہ

نمبر صفحہ فارسی متن	نمبر شمار لفظ یا فقرہ	
		سے بچا کر پاک و صاف بناتے ہیں۔
٤١	٣٧	حُطامِ دُنیا۔ (حطام = سوکھی گھاس کا ریزہ۔ ہر چیز کا برادہ) مجازاً اس دنیائے دنی کا تھوڑا سا بے حقیقت مال۔
٤١	٣٨	ماعندکم ..... باق۔ یہ آیت سورہ نحل رکوع ١٣ آیت ٩٦ ہے۔ قرآن مجید (محمد علی) ص ٥٥٣۔
٤١	٣٩	بدرقہ۔ رہنما۔ محافظ
٤١	٤١	عشایر۔ جمع عشیرہ کی = کنبے۔ قبیلے۔
٤١	٤٢	تبذیر۔ فضول خرچی کرنا۔
٤١	٤٣	یہ آیت سورہ حجرات۔ رکوع ٢۔ آیت ١٣ ہے۔ قرآن مجید (محمد علی) صفحہ ٩٩٣۔
٤٢	٤٤	یہ آیت سورہ زخرف۔ رکوع ٣۔ آیت ٣٢ ہے قرآن مجید (محمد علی) صفحہ ٩٣٦۔
٤٣	٥٠	بذر گر۔ بیج بونے والا کسان۔
٤٣	٥١	سماد۔ گوبر۔ راکھ ملی ہوئی کھاد۔
٤٤	٥٢	اقتباس کردن۔ آگ لینا مجازاً روشنی حاصل کرنا۔
٤٥	٥٣	جلیس السوء = برا ساتھی۔
٤٦	٥٤	مرید۔ ارادہ کرنے والا۔ کوئی بات پیدا کرنے والا۔ مجازاً شاگرد
٤٧	٦٠	رسم۔ نشان۔ داغ۔ کھنڈر کے نشان۔
٤٨	٦١	ستیہندگی = گستاخی۔ جھگڑا کرنا۔ لاہور کے مخطوطہ میں "استہزگی"

نمبر صفحہ فارسی متن	نمبر شمار لفظ یا فقرہ	
		سے بچا کر پاک و صاف بناتے ہیں۔
۴۱	۳۷	حُطامِ دُنیا۔ (حُطام = سوکھی گھانس کا ریزہ۔ ہر چیز کا برادہ) مجازاً اس دنیا ے دنی کا تھوڑا سا بے حقیقت مال۔
۴۱	۳۸	ماعندکم..... باق۔ یہ آیت سورہ نحل رکوع ۱۳، آیت ۹۶ ہے۔ قرآن مجید (محمد علی) ص ۵۵۳۔
۴۱	۳۹	بدرقہ۔ رہنما محافظ
۴۱	۴۱	عشایر۔ جمع عشیرہ کی = کنبے۔ قبیلے۔
۴۱	۴۲	تبذیر۔ فضول خرچی کرنا۔
۴۱	۴۳	یہ آیت سورہ حجرات۔ رکوع ۲۔ آیت ۱۳ ہے۔ قرآن مجید (محمد علی) صفحہ ۹۹۳۔
۴۲	۴۴	یہ آیت سورہ زخرف۔ رکوع ۳۔ آیت ۳۲ ہے قرآن مجید (محمد علی) صفحہ ۹۴۶۔
۴۳	۵۰	بذرگر۔ بیج بونے والا کسان۔
۴۳	۵۱	سماد۔ گوبر۔ راکھ ملی ہوئی کھاد۔
۴۴	۵۲	اقتباس کردن۔ آگ لینا مجازاً روشنی حاصل کرنا۔
۴۵	۵۳	جلیس السوء = بُرا ساتھی۔
۴۶	۵۴	مرید۔ ارادہ کرنے والا۔ کوئی بات پیدا کرنے والا۔ مجازاً شاگرد
۴۷	۶۰	رسم۔ نشان۔ داغ۔ کھنڈر کے نشان۔
۴۸	۶۱	ستیہندگی۔ گستاخی جھگڑا کرنا۔ لاہور کے مخطوطے میں ستیزگی

نمبر صفحہ فارسی متن	نمبر شمار لفظ یا فقرہ	
		لکھا ہے۔
۴۹	۶۵	غور۔ گہرائی۔ تہہ۔ عمق۔
۴۹	۶۶	مسترشد۔ ہدایت طلب کرنے والا۔ سیدھی راہ کا خواہاں
۵۰	۶۸	لعنت۔ عیب جوئی۔ بدگوئی۔ طعنہ۔
۵۰	سطر ۱۹	منکر و نکیر۔ وہ دو فرشتے جو قبر میں آ کر مردے سے یہ تین سوال کرتے ہیں:— (۱) تیرا رب کون ہے (۲) تیرا دین کیا ہے ؟ تیرا نبی کون ہے؟۔ اگر وہ ان سوالوں کے جواب باصواب دیا ہے تو اس پر رحمت الٰہی نازل ہوتی ہے ورنہ عذاب میں مبتلا ہوتا ہے۔
۵۲	۷۰	فضالی۔ خوشامد کرنا۔ دوسروں کی برائی کرنا۔
۵۲	۷۲	مداہنہ۔ سستی کرنا۔ جھوٹ بولنا۔ خوشامد۔